ماہنامہ

مُحدِّث

بنارس

مارچ ۲۰۲۰ء ◆ رجب ۱۴۴۱ھ

وأن المساجد للہ ۲
ٹخنوں سے نیچے لباس ۴
امت محمدیہ خیر امت کیوں؟ ۱۱
ہم عصر میڈیا، مسلمان اور طلبائے مدارس ۲۵
بس نام ہی تو رکھنا ہے ۳۷

دار التالیف والترجمہ، بنارس، الہند

دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ

مجلہ محدث بنارس

جلد: ۳۸
شمارہ: ۳

رجب ۱۴۴۱ھ
مارچ ۲۰۲۰ء

اس شمارہ میں

۱۔ وأن المساجد للہ	عبداللہ سعود سلفی	۲
۲۔ ٹخنوں سے نیچے لباس پہننے کی ممانعت	ابو معتصم رحمانی	۴
۳۔ دعا	سالک بستوی	۷
۴۔ اپنی بات	مدیر	۸
۵۔ امت محمدیہ خیر امت کیوں؟	مطیع اللہ سلفی	۱۱
۶۔ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی رحمہ اللہ	ڈاکٹر عبدالغنی القوفی	۱۸
۷۔ اے پھول ترا درد ہی کہتا ہے کہ تو نے	ڈاکٹر عبدالکریم سلفی	۲۰
۸۔ ہم عصر میڈیا، مسلمان اور طلبائے مدارس	سہیل انجم	۲۵
۹۔ بس نام ہی تو رکھنا ہے	عبیداللہ الکافی اکرم	۳۷
۱۰۔ غزل	نیر واحدی	۳۹
۱۱۔ اخبار جامعہ	ادارہ	۴۰
۱۲۔ عالم اسلام	ظل الرحمن فائق بندوی	۴۵
۱۳۔ باب الفتاوی	دار الافتاء	۴۶

سرپرست
عبداللہ سعود سلفی

مدیر
محمد اسلم مبارک پوری

نائب مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

معاون مدیر
مولانا محمد ایوب سلفی

مجلس مشاورت

مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا محمد مستقیم سلفی
مولانا علی حسین سلفی
مولانا رفیق احمد رئیس سلفی
ڈاکٹر عبدالصبور مدنی

بدل اشتراک سالانہ

ہندوستان:	300	روپیے
خصوصی تعاون:	1000	روپیے
بیرون ممالک:	50	ڈالر امریکی
فی شمارہ:	30	روپیے

مراسلت کا پتہ

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں
Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank:**ALLAHABAD BANK**, KAMACHHA, VARANASI
A/c No. 2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547, SWIFT Code: ALLAINBBVAR

Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010
www.mohaddis.org

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (سورہ جن:۱۸)

اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لئے ہیں لہٰذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

مولانا عبداللہ سعود سلفی

مسجد اللہ کی عبادت کے لئے خاص گھر ہے جس کی فضیلت وعظمت مسلم ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کے بارے میں ہدایات واحکامات موجود ہیں۔ اس کی تعمیر، حفاظت، صفائی ستھرائی اور اس کو آباد رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ اس کو ''اللہ کا گھر'' اور عربی میں ''بیت اللہ'' کہا جاتا ہے۔ مسجد حرام جہاں کعبہ ہے ''بیت اللہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ایک صحابی عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میری بہن نے نذر مانی تھی کہ **أن تمشي إلى بيت الله** کہ بیت اللہ تک پیدل جائے گی۔ اور مجھ سے پوچھا کہ میں نبی کریم ﷺ سے فتوی پوچھوں۔ آپ ﷺ فرمایا: **لتمش ولتركب** (۱) کہ جائے مگر سواری بھی اختیار کرے۔ صحابہ کرام اس کو بیت اللہ کے نام سے جانتے تھے۔ اور اس کو مسجد بھی کہا گیا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول سے دریافت کیا۔ **یا رسول اللہ! أي مسجد وضع في الأرض أول**. روئے زمین پر سب سے پہلی مسجد کون سی بنائی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **المسجد الحرام** پھر میں نے دریافت کیا: اس کے بعد کون سی مسجد بنائی گئی۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب دیا: **المسجد الأقصى**۔ صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ دونوں کے درمیان کتنا وقفہ ہے؟ آپ نے بتایا چالیس سال۔ پھر آپ ﷺ نے کہا: **ثم أينما أدركتك الصلاة فصل فهو مسجد** .(۲) اس کے بعد سنو جہاں کہیں بھی نماز کا وقت آجائے نماز پڑھ لیا کرو وہ جگہ مسجد ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: **جعلت لي الأرض كلها مسجدا**۔ پوری روئے زمین کو اللہ نے ہمارے لئے مسجد بنایا ہے۔ (سوائے ان چند مخصوص مقامات کے جس جگہ پر آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ مثلاً حمام اور قبر کی جگہوں پر) (۳)

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا: **جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا**. (۴) زمین کو میرے لئے مسجد اور پاکی کی چیز بنایا گیا ہے۔ انسان کسی پاک جگہ نماز پڑھ سکتا ہے اور پانی نہ ملنے پر اس کی مٹی سے تیمم کر سکتا ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری (۱۸۶۶) (۲) صحیح بخاری (۳۳۶۶)

(۳) سنن ترمذی (۳۱۷) (۴) صحیح بخاری (۴۳۸)

مسجد کو بنانا، تعمیر کرنا وکرانا اور اس کو آباد رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے: **من بنی للہ مسجدا بنی اللہ له بیتا فی الجنة مثله.** (۱) جو کوئی اللہ کے لئے مسجد بنائے گا تو اللہ اس کے لئے اسی کے مانند جنت میں گھر بنائے گا۔

اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: **إذا رأیتم الرجل یتعاهد المسجد فاشهدوا له بالایمان.** (۲) جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ مسجد کے ساتھ لگا رہتا ہے تو تم گواہ رہو کہ ایسا شخص مومن ہے۔

اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: **أحب البلاد إلی اللہ مساجدها.** (۳) اللہ کے نزدیک سب سے محبوب جگہ اللہ کی مسجدیں ہیں۔

مسجد کا حق ہے کہ جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو سب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے، پھر بیٹھے۔ چاہے خطاب ہو رہا ہو یا خطبہ جمعہ بغیر دو رکعت نماز ادا کئے بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے حکم دیا ہے کہ: **إذا دخل أحدکم المسجد فلا یجلس حتی یرکع رکعتین.** (۴) جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھے گا نہیں یہاں تک کہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔

جب کوئی مسلمان مسجد کی طرف اپنے گھر سے عبادت کی نیت سے نکلتا ہے تو اس کی محنت اور وقت ضائع نہیں ہوتا بلکہ اللہ اس کے ہر قدم پر اجر وثواب عطا فرماتا ہے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: **ما منکم من رجل یتوضأ فیحسن الوضوء ثم یاتی مسجدا من المساجد فیخطو خطوة إلا کتب اللہ عز وجل له بها حسنة وحط عنه بها خطیئة ورفع له بها درجة.** (۵) تم میں سے کوئی بھی شخص جو وضوء کرے تو اچھی طرح سے کرے پھر کسی مسجد کی طرف چلے۔ جو جو وہ قدم بڑھاتا ہے تو اس کے ہر قدم پر اللہ عزوجل نیکی لکھتا ہے اور ہر قدم کے بدلہ اس کا ایک گناہ معاف کرتا ہے اور ہر قدم کے عوض اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔

اللہ ہم مسلمانوں کو مسجد کی اہمیت، مقام اور اس کے حقوق ادا کرنے کی توفیق بخشے، آمین۔

●●●

(۱) سنن ترمذی (۳۱۸)

(۲) سنن ترمذی (۳۰۹۳) امام ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن ترمذی (۶۰۱) میں ذکر کیا ہے۔

(۳) صحیح مسلم (۲۸۸)

(۴) سنن ابن ماجہ (۱۰۱۲)

(۵) مسند احمد (۳۶۲۳) نحوہ۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

درس حدیث

ٹخنوں سے نیچے لباس پہننے کی ممانعت

ابو معتصم رحمانی

عن أبي ذر- رضي الله عنه- عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثه لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم۔ فقرأها رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث مرار۔ قال أبو ذر: خابوا وخسروا، من هم يا رسول الله؟ قال: المسبل، والمنان، والمنَفِّقُ سلعته بالحلف الكاذب۔

أخرجه الإمام مسلم في صحيحه (۱۷۱)

صحابی رسول حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ عزوجل قیامت کے دن نہ کلام کرے گا، نہ ان کی طرف (رحمت کی نظر سے) دیکھے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا ۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہلاک وبرباد ہوگئے۔ یہ لوگ کون ہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: (ازار کوٹخنوں سے نیچے) لٹکانے والا۔ احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنے سامان کی ترویج کرنے والا۔

ہماری زندگی میں لباس کی بڑی اہمیت ہے۔لباس کی بہترین وضع قطع انسان کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتی ہے۔اچھے کپڑے میں انسان کی شخصیت جاذب اور پر کشش نظر آتی ہے، اسی لیے ہم کپڑے کے انتخاب میں اچھا خاصا وقت صرف کرتے ہیں اور عمدہ اور بہترین کپڑا خریدنے کے خواہش مند ہوتے ہیں جو شخصیت کے لیے موزوں ہو۔انسان کی شخصیت کو چار چاند لگانے میں صرف کپڑے کا کردار نہیں ہوتا ہے بلکہ کپڑے کی وضع قطع اور خراش وتراش بھی اس کی شخصیت اور معیار کو رفعت وبلندی عطا کرتی ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے: [يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْءَاتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ] (سورۃ الاعراف:۲۶) اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کی ستر پوشی کرتا ہے اور زیب وزینت کا ذریعہ بھی ہے اور پرہیز گاری کا لباس ہی بہترین لباس ہے۔

اسلام میں طہارت ونظافت کو خاص مقام حاصل ہے اور مختلف طریقوں سے اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔صحیح مسلم (۲۲۳) کی روایت میں اسے نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔شارع نے انسان کو نظافت اور طہارت کا خوگر اور عادی بنانے کے لیے کپڑے کی وضع قطع اور تراش وخراش کی حد بندی کی ہے اور اس کے زریں احکام کو بیان کیا ہے اور مکلف کو یہ حکم دیا ہے کہ کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے نہ پہنا جائے کیوں کہ کپڑوں کو ٹخنوں کے نیچے لٹکانے سے جہاں اس کی نظافت وطہارت برباد ہوتی ہے وہیں اس کی شخصیت بھی داغ دار ہوتی ہے کیونکہ اس میں غرور وتکبر کا عنصر پایا

جاتا ہے۔

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

إياک وإسبال الإزار فإنها من المخيلة (صحیح سنن ابی داود: ۳۴۴۲) ازار کو (زمین میں) گھسیٹنے سے بچو اس لیے کہ یہ گھمنڈ کی علامت ہے۔

اسبال ازار کی حرمت کے جہاں اور بھی مقاصد ہیں وہیں ایک عظیم مقصد یہ بھی ہے کہ ظاہری اور باطنی نجاستوں سے تحفظ فراہم ہو۔

اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نظافت وطہارت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: {وَثِيَابَکَ فَطَهِّرْ ★ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ} (سورۃ المدثر: ۴-۵) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے کپڑے کو پاک صاف رکھیے اور ناپاکی کو چھوڑ دیجیے۔

علمائے کرام نے اس آیت سے کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے پہننے یا لٹکانے کی حرمت پر استدلال کیا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ کے بقول آیت کریمہ [وَثِيَابَکَ فَطَهِّرْ] میں [فَطَهِّرْ] کی تفسیر (فقصر) سے کی گئی ہے (فتح القدیر ۵/ ۳۲۴) یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے کو چھوٹا رکھیے تاکہ ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکیں۔

دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء ہے۔ اس دینا میں جو کچھ کیا جائے گا آخرت میں اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ کپڑے کو ٹخنوں کے نیچے پہننے سے یا لٹکانے سے دنیا اور آخرت میں بالترتیب یہ گناہ مرتب ہوتے ہیں:

۱۔ قیامت تک زمین میں دھنسایا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

بينما رجل يجر إزاره من الخيلاء خسف به فهو يتجلجل في الأرض إلى يوم القيامة (صحیح بخاری: ۳۴۸۵، سنن نسائی: ۵۳۲۸) ایک دفعہ ایک شخص تکبر سے اپنا ازار زمین پر گھسیٹ رہا تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بينما رجل يمشي في حلة تعجبه نفسه، مرجل رأسه، يختال في مشيته، إذ خسف الله به فهو يتجلجل في الأرض إلى يوم القيامة (صحیح بخاری: ۵۷۸۹) ایک آدمی ایک جوڑے میں ملبوس چلا جا رہا تھا۔ اس کے نفس نے اسے خود پسندی (عجب) میں مبتلا کر دیا تھا۔ بالوں میں کنگھی کیے ہوئے تھا اور اپنی تکبرانہ چال میں چل رہا تھا کہ اللہ تعالی نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔

۲۔ ٹخنوں سے نیچے کپڑا پہننے یا لٹکانے والوں سے اللہ تعالی قیامت میں گفتگو نہیں کرے گا۔

۳۔ اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا۔

۴۔ اور نہ ان کی طرف نظر کرم سے دیکھے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

من جر ثوبه - أو قال: يجر ثوبه - من الخيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة (صحیح مسلم: ۲۰۸۵، سنن نسائی: ۵۳۳۰) جو غرور اور تکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹے گا تو اللہ تعالی

اسے قیامت کے دن (رحمت کی) نظر سے نہیں دیکھے گا۔

۵۔اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔یہ دردناک عذاب کیا ہے ؟ اس کی توضیح ایک حدیث میں ''جہنم'' سے کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ما أسفل من الكعبين من الإزار ففي النار (صحیح بخاری:۵۷۸۷)ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا۔

واضح ہو کہ اسبال ازار کے اس وعید شدید سے چند مستثنیٰ ہیں:

۱۔عورتیں کیونکہ وہ سراپا پردہ ہیں۔شریعت نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے کپڑوں کو اتنا نیچا کر لیں کہ چلتے وقت پاؤں نہ کھلیں۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عورتوں کو دامن کا مسئلہ ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یرخین شبراً وہ ایک بالشت لٹکا لیں۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: **إذا ينكشف عنها**؟ پھر تو ان کے پاؤں کھل جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: **ترخي ذراعاً لا تزيد عليه** (سنن نسائی ۵۳۳۹،اصل حدیث صحیح بخاری : ۵۷۸۴اور صحیح مسلم : ۲۰۸۵ میں موجود ہے)یعنی ایک ہاتھ لٹکا لیں۔اس سے زیادہ نہ لٹکائیں۔

۲۔اٹھتے وقت بے خیالی میں کپڑا ٹخنوں کے نیچے ہو جائے یا پاؤں سے دب جائے۔

۳۔دبلے پتلے لوگ جن کی لنگیاں کمر سے سرک جایا کریں۔

اسبال ازار کی وعید شدید کے بارے میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتہ لگا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! میرے تہ بند کا ایک پلو لٹک جایا کرتا ہے حالانکہ میں اس کا بہت زیادہ خیال رکھتا ہوں (کہ لٹکے نہیں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: **إنک لست ممن يفعله خيلاء** (صحیح بخاری: ۳۶۶۵)تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کے طور پر کرتے ہیں۔

۴۔پاؤں پر یا ٹخنے سے نیچے کوئی زخم ہو تو گرد و غبار اور مکھیوں سے حفاظت کے لیے وقتی طور پر کپڑا نیچے کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔تفصیل کے لیے دیکھیں: مختصر صحیح بخاری اردو،فوائد حدیث (۱۹۸۴)

فوائد الحديث:

☆ وجود باری تعالی۔

☆ اللہ تعالی کا صفت کلام سے متصف ہونا۔

☆ اللہ تعالی کی آنکھ ہے۔

☆ اللہ تعالی دیکھتا ہے۔

☆ اللہ تعالی صفات میں اپنی مخلوق کی طرح نہیں ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (سورۃ الشوری:۱۱)اللہ کے مانند کوئی چیز نہیں ہے۔وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

☆ اللہ تعالی قیامت کے دن ان لوگوں سے گفتگو کرے گا جو اس کے مطیع و فرماں بردار ہوں گے۔

☆ جو لوگ اللہ تعالی کے بتائے احکام پر عمل نہیں

کریں گے اللہ تعالی قیامت کے دن نہ ان سے گفتگو کرے گا اور نہ ان کے دلوں کا تزکیہ کرے گا۔

☆ قیامت کا وجود برحق ہے۔

☆ قیامت کا دن جزا اور سزا کا دن ہے۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کی اہمیت بیان کرنا ہوتا یا کسی چیز سے متنبہ کرنا ہوتا تو اسے تین مرتبہ بیان کرتے تھے۔

☆ اسبال ازار کی مذمت

☆ احسان جتانے کی مذمت

☆ احسان جتانے والا اللہ کے نزدیک مبغوض ہے۔

☆ جھوٹی قسمیں کھانا حرام ہے۔

☆ باطل ذریعہ سے تجارت کو فروغ دینا اللہ کی ناراضگی کو مول لینا ہے۔

☆ حدیث میں مذکورہ تینوں کام کبیرہ گناہوں میں شامل ہیں۔

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حدیث میں مذکورہ چیزوں کو ہلاکت اور بربادی کا ذریعہ شمار کرتے تھے۔

☆ چھوٹی سے چھوٹی چیزیں جن کی طرف انسان توجہ نہیں کرتا ہے وہ بھی اللہ تعالی کے یہاں باوقعت ہیں۔

☆ ان تین کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالی قیامت کے دن نہ گفتگو کرے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا۔ مثلا: بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور تکبر کرنے والا فقیر۔

●●●

دعا

سالک بستوی

ہے دعا تجھ سے یہی مالک دنیا میری
فضل سے تیرے سجے روح تمنا میری
بیکس وعاجز ومجبور ہوں، لاچار ہوں میں
تیرے الطاف کریمی کا طلب گار ہوں میں
مجھ کو یارب کبھی گمراہ نہ ہونے دینا
خواب غفلت میں کبھی مجھ کو نہ سونے دینا
لطف قرآن کی، ایمان کی دولت دے دے
اپنے محبوب کی سنت کی محبت دے دے
میرے ہر کام میں شامل ہو اعانت تیری
ہر عمل سے میرے ظاہر ہو، اطاعت تیری
شمع توحید کا فانوس بنا دے مجھ کو
دین اسلام سے مانوس بنادے مجھ کو
اپنی رحمت کا مجھے سایہ عطا کر یارب
کفر کی دھوپ سے رکھ مجھ کو بچا کر یا رب
بادۂ حسن سخن کا مجھے عادی کردے
میرے مولا مجھے توحید کا غازی کردے
ایسا کردار زمانے میں ادا ہو مجھ سے
شادماں سب رہیں کوئی نہ خفا ہو مجھ سے
عزم محکم کا مرے دل میں اجالا کردے
جلوۂ حب شہ دین کو بالا کردے
جھوم کر راہ ہدی پر سدا سالک جائے
ہر گھڑی تیری اطاعت کی تجلی بھائے

افتتاحیہ

اپنی بات

مدیر

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر سابقہ اقوام وملل کی ہلاکت وبربادی کے اسباب وعلل پر بڑی باریکی سے ساتھ عبرت آموز پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ رب جلیل کا طریقہ ہے کہ وہ کسی کو نعمتیں دے کر آزماتا ہے تو کسی سے اس نعمت کو چھین کر مبتلائے آزمائش کردیتا ہے۔ کبھی فتنوں میں ہلاکت وبربادی کا سامان پیدا کرتا ہے تو کبھی عذاب الٰہی کا نزول کرکے بنی نوع انسان کو تنبیہ وتاکید کرتا ہے کہ فسق وفجور اور کفر ومعاصی کی طرف بڑھنے والے قدم کو روکو۔ تباہی اور بربادی کے گڑھے میں نہ جاؤ اور اپنے آپ کو ہلاکت سے بچاؤ اور ان تمام افعال واعمال سے دور رہو جو اللہ سبحانہ وتعالی کو غیظ وغضب کی دعوت دیتے ہیں، کیونکہ جن پر اس کا غضب نازل ہوجاتا ہے اس کی ہوا نکل جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: [وَمَنۡ يَحۡلِلۡ عَلَيۡهِ غَضَبِي فَقَدۡ هَوَىٰ] (طہ:81) جس پر میرا غضب نازل ہوتا ہے وہ ہلاک ہوجاتا ہے۔

مگر حضرت انسان اپنی طاقت پر ناز کرتا ہے۔ اپنے وسائل پر اتراتا ہے۔ اپنی دولت پر فخر کرتا ہے۔ مال کے نشہ میں دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ روئے زمین پر تمرد وطغیان اور سرکشی پر آمادہ رہتا ہے۔ اللہ کی آیتوں اور نشانیوں کا استہزا کرتا ہے۔ رسولوں کی تکذیب کرتا ہے۔ اسلامی احکام وقوانین کا مذاق کرتا ہے۔ اللہ کے بندوں پر نوع بہ نوع ظلم وتعدی کرتا ہے اور انہیں طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ جب حد سے تجاوز کرجاتا ہے اور مہلت کی مدت ختم ہوجاتی ہے تو مکافات عمل کا حساب شروع ہوجاتا ہے اور عذاب الٰہی آن پڑتا ہے اور چشم زدن میں پوری زندگی تہس نہس اور تہ وبالا ہوجاتی ہے۔ انسانی عقل تحیر کے بحر بے کنار میں غوطہ زن ہوجاتی ہے اور فکر ونظر ماووف ہوجاتی ہے۔ ایسا ہی کچھ ملک چین میں ہوا جہاں ''کرونا وائرس'' عذاب الٰہی اور قہر بن کر نازل ہوا۔

''کرونا وائرس'' عذاب الٰہی کا حقیر ترین مظہر ہے۔ جس نے نہ صرف چین میں، بلکہ پورے عالم میں افراتفری کا ماحول پیدا کردیا ہے۔ لوگ سہمے ہوئے اور خوف زدہ ہیں کہ کہیں ہم لقمہ اجل نہ بن جائیں۔ بچاؤ کی ہزار تدبیروں کے باوجود اس کا دائرہ روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔ اس خطرناک وائرس سے نہ صرف عام زندگی متاثر اور مفلوج ہوتی نظر آرہی ہے، بلکہ عالمی مالی منڈیاں بھی اس کی زد میں آچکی ہیں اور امریکی اسٹاکس مارکیٹوں میں بھی شدید گراوٹ کا سامنا ہے۔ اس کی سنگینی اور پھیلاؤ کو دیکھتے ہوئے عالمی ادارہ صحت کے سربراہ ٹیڈروس کے بقول: کرونا وائرس کی وبا ''فیصلہ کن نقطے'' پر پہنچ چکی ہے اور عالمی وبا بن سکتی ہے۔ انہوں نے حکومتوں سے اس خطرناک وبا کے خلاف فوری اور ہنگامی اقدامات کرنے کی اپیل کی ہے۔

بہت سے ملکوں نے عملی اقدامات کرتے ہوئے اجتماعات پر پابندی لگادی ہے۔ عبادت گاہوں کو محض عبادت کے

اوقات میں کھلنے کی اجازت دی ہے اور عبادت کے اوقات کو محدود کر دیا گیا ہے، کیونکہ یہ ایسا مہلک وائرس ہے جو کوئی اس سے متاثر ہو جاتا ہے، وہ دو تین دن کے اندر اندر داغ مفارقت دے جاتا ہے۔ دیوار چین کو پھلانگتے ہوئے اس وبا نے سو سے زائد ملکوں کو اپنی آغوش میں لے لیا ہے۔ انقلاب کی ایک خبر کے مطابق اب تک اڑتیس سو آدمی لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ بشرط صحت ایک اور خبر کے مطابق صرف چین میں پچاس ہزار سے زیادہ افراد اس کی خوراک بن چکے ہیں۔ مستزاد یہ خبر بھی سوشل میڈیا میں گردش کر رہی ہے کہ چین از خود متاثرین افراد کو گولیاں مار کر ہلاک کر رہا ہے۔ اس وقت پورا چین خوف وہراس کے سایہ میں جی رہا ہے۔ سڑکوں پر آمد ورفت نا کے برابر ہے۔ گھروں کے باہر خال خال ہی انسانی سایہ نظر آتا ہے۔ ہر کوئی اتنا خوف زدہ ہے کہ اپنے گھر کے کونہ میں دبکا ہوا ہے، جیسے لگ رہا ہے کہ ملک میں ایمرجنسی نافذ ہو گئی ہے۔

''کرونا وائرس'' پر قابو پانے کے لیے صحت سے متعلق وزارتوں کی طرف سے جو احتیاطی تدابیر اور ہدایات دی گئی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

☆ چھینک، جماہی اور کھانسی کے وقت منھ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لیں۔

☆ ہاتھ کو صابن سے دھو کر اچھی طرح صاف رکھیں۔

☆ چہرے اور ناک کو ہاتھ سے بار بار نہ چھوئیں۔

☆ صفائی کا خاص خیال رکھیں۔

ان ہدایات پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مذہب اسلام نے انہیں عام حالات میں نہ صرف اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، بلکہ اپنے جسم، بدن، کپڑے اور سماج کو معاشرہ کو صاف ستھرا رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام اللہ تعالی کا نازل کردہ دین ہے۔ کسی اساطیر اور دیو مالائی چیزوں کا پلندہ نہیں ہے۔ جماہی کے آداب کو بیان کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: **إذا تثاء ب أحدكم فليمسك بيده على فيه، فإن الشيطان يدخل** (صحیح مسلم :2995) جن تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو اپنے ہاتھ سے اپنا منھ بند کر لے اس لیے کہ شیطان منھ میں داخل ہو جاتا ہے۔

كان إذا عطس وضع يده أو ثوبه على فيه وخفض أو غض بها صوته (سنن ابی داود :5029) چھینک کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا اپنا کپڑا یا اپنا ہاتھ اپنے منھ پر رکھ لیتے اور آہستہ آواز سے چھینکتے۔

جسم اور بدن کی صفائی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنن فطرت اور وضو کرنے کا حکم دیا۔ حدیث میں ہے: دس چیزیں سنن فطرت ہیں: مونچھیں کاٹنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن کاٹنا، انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیر ناف کے بالوں کو صاف کرنا، پانی سے استنجا کرنا۔ (صحیح مسلم :261)

وضو کے بارے میں ارشاد گرامی ہے:

من توضأ فأحسن الوضوء خرجت خطاياه من جسده حتى من تحت أظفاره (صحیح مسلم:245) جس نے اچھی طرح وضو کیا تو اس کی گناہیں اس کے بدن سے نکل گئیں یہاں تک کہ ناخن کے نیچے سے بھی گناہیں نکل جاتی ہیں۔

اعمال وضو میں مضمضہ اور استنشاق بھی ہے، یعنی کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈال کر خوب صاف کرنا۔

ناک جسم انسانی میں ایک منفذ ہے جس سے سانس آتی جاتی ہے۔ کامل طہارت کا تقاضا یہ ہے کہ عام عضو کی طرح ناک کو بھی اچھی طرح صاف کیا جائے۔

کپڑوں کی صفائی کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے: [وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ] (المدثر:5-4) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے کو صاف رکھیے اور آلائشوں کو چھوڑ دیجئے۔

نظافت وطہارت کو اسلام نے نصف ایمان قرار دیا ہے۔

الطهور شطر الإيمان (صحیح مسلم:223) طہارت نصف ایمان ہے۔

برص، جذام، کوڑھ، اور پاگل پن، دیوانگی اور بری بری بیماریوں سے بچنے کے لیے دعا اور مناجات کی اہمیت اور تاثیر کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بری بری بیماریوں سے پناہ طلب کرنے کی ہدایت دی ہے اور خود بھی ان سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ **اللهم إني أعوذ بك من البرص والجنون والجذام ومن سيء الاسقام** (سنن ابی داود:1554) اے اللہ میں برص، دیوانگی، کوڑھ اور تمام بری بیماریوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

علاوہ ازیں صبح وشام کی دعائیں اور سورہ اخلاص ومعوذتین کا ورد بھی کرونا جیسی بیماریوں سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے کافی ہے۔ **اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه**، آمین یا ذا الجلال والإكرام۔

یہ شمارہ ترتیب کے مرحلہ سے گزر رہی رہا تھا کہ جماعت اہل حدیث کی نامور شخصیت علامہ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی 5 مارچ 2020 بروز جمعرات سعودی عرب کی راجدھانی شہر ریاض میں سفر آخرت پر روانہ ہو گئے، **اللهم اغفر له وارحمه وادخله في الفردوس الأعلى**۔

آپ صوبہ بہار میں 22 اپریل 1943 کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کرنے کے بعد مدرسہ احمدیہ سلفیہ کی طرف رخ کیا۔ بعد ازاں اعلی تعلیم کے لیے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔ آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے دور اول کے فارغین میں سے ہیں۔ حسن تقدیر سے دارالافتاء میں ملازمت کی راہ آسان ہوگئی۔ اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ زبان وبیان پر قدرت کے ساتھ آپ کو تصنیف اور انتظامی صلاحیت میں بھی ملکہ تھا۔ مشہور دانش گاہ جامعہ ابن تیمیہ، چندن بارہ بہار، کے موسس ہیں۔ اللہ تعالی آپ کی خدمات جلیلہ کو قبول کرتے ہوئے غریق رحمت کرے اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ پسماندگان اور پوری جماعت کو صبر جمیل دے، آمین۔ ●

امت محمدیہ خیر امت کیوں؟

(ایک تقابلی جائزہ)

تحریر: مطیع اللہ سلفی

دارالعلوم ششہنیاں، الیدہ پور، سدھارتھ نگر

استاذ گرامی قدر حضرۃ الشیخ مولانا مطیع اللہ بن محمد اسحاق السلفی حفظہ اللہ تعالی کی ذات گرامی طالبان علوم نبوت کے لیے محتاج تعارف نہیں ہے۔آپ ایک کہنہ مشق، تجربہ کار اور باصلاحیت استاد اور مربی ہیں۔علم وادب اور فکر وفن کے بحر بے کنار ہیں۔نہایت متواضع اور حلیم الطبع ہیں۔مجھ سیہ کار کو مدرسہ عربیہ دارالتعلیم مبارک پور میں آپ کے سامنے زانوئے تملذ تہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔اس وقت محترم موصوف منتہی طلبہ کو درس دیا کرتے تھے۔جہاں تک میرے ذہن ودماغ کے اوراق میں مرتسم اور محفوظ ہے کہ آپ اس وقت رعنا نوجوان اور شدید القوی تھے۔ہماری جماعت نے آپ سے فن حدیث کی اولین اور مہتم بالشان کتاب موطا امام مالک رحمہ اللہ اور علوم القرآن کی نہایت متداول کتاب الاتقان فی علوم القرآن پڑھی ہے۔آپ کے درس کا انداز نرالا، بے مثال اور باکمال تھا۔آپ بڑی محنت وکاوش، دل جمعی اور لگن سے درس دیا کرتے تھے اور جو کچھ آپ کے ذہن میں رہتا، آرزو یہی ہوتی تھی کہ طالبان علوم نبوت کے قلوب واذہان میں انڈیل دیں۔درس کے دوران ”نہیں سمجھے تو ایسے سمجھو“ کی صدائے دل نواز ہمارے قلوب کو موہ لیا کرتی تھی اور ہم سب پہلے سے زیادہ ہمہ تن گوش ہوجاتے اور ”ألقی السمع“ کی تصویر بن جاتے۔ایک ہی بات کو کئی پیرایوں میں سمجھانے کا بہترین ملکہ رب قدیر نے عطا کیا تھا۔حضرۃ الشیخ کبھی بھی کلاس میں ہم طلبہ سے کسی بھی خطا پر دل گرفتہ نہیں ہوئے۔تدریس کی طرح آپ کا انداز تحریر بھی عمدہ اور شگفتہ ہے۔آپ کی تحریروں میں سلاست وروانی، فصاحت وبلاغت کے ساتھ برمحل محاورات، کثرت ترادفات اور سہ لسانی زبانوں کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔جملوں کی ساخت اور مقفی اور مسجع الفاظ کی سیٹنگ تحریر کے حسن کو دوبالا کرتی ہے۔آپ کئی کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں۔جہیز اور اسلام، حدیث کی تشریعی حیثیت، تاریخ مرکزی دارالعلوم بنارس اور جامع العلوم والفنون حکیم ابوالفضل جلال الدین رحمانی، حیات وخدمات اہم علمی شاہکار اور عظیم خدمات ہیں۔اللہ تعالی سے دعا ہے کہ استاد محترم عالی مقام کو صحت وتندرستی عطا کرے اور وقت میں برکت دے۔دینی، علمی، تدریسی، صحافتی اور تحریری خدمات کو قبول کرے۔آمین، تقبل یارب العالمین۔ —— **مدیر**

حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم الصلاۃ والتسلیم کا مرکز ومسکن فلسطین اور کنعان تھا، جہاں پر ان برگزیدہ پیغمبروں نے اللہ کے دین کی دعوت کا آغاز کیا اور اسلام کی قندیل روشن کی۔توحید کی اذان سب سے پہلے یہیں سے گونجی تھی اسی لیے قرآن مقدس میں سرزمین فلسطین کو ”ارض مقدس“ سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کے دور امارت میں یہ لوگ مصر آکر آباد ہو گئے تھے اور اس وقت تک آباد رہے جب تک

کہ موسیٰ علیہ السلام راتوں رات فرعون کے ظلم واستبداد اور جبر وتشدد کے چنگل سے مصر سے نکال نہیں لئے گئے۔ مصر سے نکلنے کے بعد مختلف مراحل اور منازل سفر طے کرتے ہوئے تقریباً دو سال کے بعد اپنی قوم کے لئے موسیٰ علیہ السلام ''دشت فاران'' میں خیمہ زن ہوئے۔ یہ بیابان ''جزیرہ نمائے سینا'' میں عرب کی شمالی سرحد اور فلسطین کی جنوبی سرحد سے متصل واقع ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سرزمین ''بیت المقدس'' کو ان کے لیے نامزد فرمایا۔ اس وقت بنواسرائیل کی اصل میراث ''بیت المقدس'' پر ایک جری اور بہادر قوم ''عمالقہ'' کا اقتدار تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جہاد کا حکم دیا اور نصرت الٰہی کی بشارت سنائی۔

اس عظیم مقصد کے لیے حصرت موسیٰ علیہ السلام نے ۱۲/سرداروں پر مشتمل ایک وفد ''فلسطین'' کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے روانہ فرمایا۔ یہ وفد جب اپنی مہم سے فارغ ہوکر واپس آیا تو اس علاقہ کی سرسبزی، شادابی اور زرخیزی کے تعلق سے بہت ہی امید افزا اور شوق انگیز روداد پیش کی، اسی کے پہلو بہ پہلو ملک پر قابض قوم ''عمالقہ'' کے قوی ہیکل، تنومند، پررعب، زور آور اور طاقت ور ہونے کی خبر سے بھی آگاہ کیا۔ اس خبر نے موسیٰ کی قوم کے سارے حوصلوں کو پست کر دیا اور یہ خبر ان کے لیے اس قدر ہمت شکن اور حوصلہ شکن ثابت ہوئی کہ اس ملک پر قبضہ تو درکنار ''مصر'' جانے کی باتیں کرنے لگے اور انھیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اللہ نے ان کو اس ملک کی میراث دینے کا قسم کے ساتھ وعدہ کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں یوشع بن نون اور کالب بن یوفنا ایسے دو مخلص پکے سچے مسلمان تھے جن کی وفاداری اور صداقت شعاری نیز عہد ومیثاق کی پاسداری نے ان کو زندہ جاوید بنا دیا۔ جو لوگ اللہ کی راہ پر چلنے کا ارادہ کریں وہ ان کے اس مثالی کردار سے درس عبرت حاصل کریں کہ جب سب سو جائیں تو جاگنے والے کس طرح جاگتے ہیں اور جب سب مرجاتے ہیں تو زندہ رہنے والے کس طرح زندہ رہتے ہیں۔

ان دونوں بزرگان دین اور مردان حق نے ہمت نہیں ہاری، قوم کا حوصلہ بلند کرنے کے لیے ان کو للکارا کہ دروازہ سے ان پر چڑھائی کرو کامیابی اور کامرانی قدم بوسی کے لیے تیار ہے۔ اللہ نے قسم کے ساتھ اس ملک کی میراث تم کو دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ پر کامل اعتقاد کرو، اس کے حکم کی تعمیل کا پختہ عزم کرو جب تم اپنا فرض ادا کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوگے تو وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔

بنواسرائیل کی طرف سے آخری جواب ملا کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب میدان کارزار میں جاکر معرکہ سر کرلو، ہم یہاں سے ٹلنے والے نہیں ہیں، جیتے جی ہم اس جابر اور ظالم قوم کی تلوار سے گردن کٹوانا نہیں چاہتے ہیں۔

بنواسرائیل کے اس جواب کے بعد خیر کی آخری کرن بھی بجھ گئی۔ حضرت موسیٰ نے غم واندوہ اور فکر وصدمہ کے عالم میں اللہ سے دعا کی کہ اے پروردگار! اپنی جان اور اپنے بھائی ہارون کے سوا کسی پر کوئی زور نہیں ہے۔ اتنی طویل جدوجہد اور اس قدر بے شمار خوارق وعجائب کے ظہور کے بعد بھی بے یقینی اور بے اعتمادی کا یہ عالم ہے کہ ایک بھی فرد بات سننے کے لیے تیار نہیں ہے تو ان پتھروں میں کیا

جونک لگا سکوں گا، اب بہتر یہی ہے کہ تو ہمارے اور اس بدعہد قوم کے درمیان جدائی کر دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی علاحدگی کی درخواست اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہوئی کیوں کہ کسی بھی قوم کا پیغمبر قوم کے لیے بمنزلہ روح ہوتا ہے۔قوم سے اعلان براءت پوری قوم کے لیے پیغام ہلاکت ہوتی ہے،لیکن بنواسرائیل کی ناقدری اور بے یقینی کی سزا اللہ نے یہ متعین فرمائی کہ چالیس سال کے لیے یہ سرزمین فسلطین ان کے لیے حرام ہے۔ یہ لوگ یہ طویل مدت اسی صحرانوردی میں گزاریں گے۔

اس صحرا گردی کے دوران بنواسرائیل حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما الصلاۃ والتسلیم کی قیادت وامامت سے بھی محروم ہوگئے اور جونسل قبطیوں کے زیر سایہ غلامی میں پروان چڑھی تھی سب ختم ہوگئی البتہ وہ نسل باقی رہی جو صحرا میں پرورش پائی اور جوان ہوئی تھی اور چالیس سال کی طویل دشوار گزار مدت گزر جانے کے بعد یوشع بن نون کی قیادت ورہنمائی میں موعودہ سرزمین فتح کرسکی۔

اس دل خراش منظر، دل فگار داستان اودل سوز واقعہ کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنبِيَاء وَجَعَلَكُم مُّلُوكاً وَآتَاكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَداً مِّن الْعَالَمِينَ، يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الأَرْضَ المُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللّهُ لَكُمْ وَلاَ تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ، قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّ فِيهَا قَوْماً جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىَ يَخْرُجُواْ مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُواْ مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ، قَالَ رَجُلاَنِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُواْ عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ وَعَلَى اللّهِ فَتَوَكَّلُواْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ، قَالُواْ يَا مُوسَى إِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا أَبَداً مَّا دَامُواْ فِيهَا فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ، قَالَ رَبِّ إِنِّي لا أَمْلِكُ إِلاَّ نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ، قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الأَرْضِ فَلاَ تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴾ (المائدہ:۲۰-۲۶)

"یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی اس نعمت کا خیال کرو جو اس نے تمھیں عطا کی تھی، اس نے تم میں نبی پیدا کئے، تم کو فرماں روا بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا جو دنیا میں کسی کو نہ دی تھا۔ اے برادران قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ، جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے، پیچھے نہ ہٹو ورنہ ناکام ونامراد ہو جاؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا: اے موسی! وہاں بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں، ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے، جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ ہاں اگر وہ نکل گئے تو ہم داخل ہونے کے لیے تیار ہیں۔ ان ڈرنے والوں میں دو شخص ایسے بھی تھے جن کو اللہ نے اپنی نعمت سے نوازا تھا، انھوں نے کہا: ان جباروں کے مقابلہ میں دروازے کے اندر گھس جاؤ، جب تم اندر پہنچ جاؤ گے تو تم ہی غالب رہوگے، اللہ پر بھروسہ رکھو، اگر مومن ہو۔ لیکن انھوں نے پھر یہی کہا کہ اے موسیٰ! ہم تو وہاں کبھی نہیں جائیں گے

جب تک وہ وہاں موجود ہیں۔ پس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اورلڑو ہم یہاں بیٹھتے ہیں۔ اس پر موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! میرے اختیار میں کوئی نہیں مگر میری ذات یا میرا بھائی پس توہمیں ان نافرمان لوگوں سے الگ کردے۔ اللہ نے جواب دیا: اچھا تو وہ ملک چالیس سال تک ان پر حرام ہے، یہ سرزمین میں مارے مارے پھریں گے، ان نافرمانوں کی حالت پر ہرگز ترس نہ کھاؤ۔

بنواسرائیل کوجن انعامات اورنوازشات سے نوازا گیا امت محمدیہ کے ظہور میں آنے سے پیشتر کسی کوبھی وہ مقام ومنصب عطانہیں کیا گیا۔ یہ قوم فضل وشرف میں اونچے مقام پر فائزتھی، لیکن پیغمبر آخرالزماں محمد رسول اللہ کی رسالت وبعثت کے بعد یہ مقام امت محمدیہ کو حاصل ہوا۔ کائنات میں اسے ''خیرامت'' سے تعبیر کیا گیا۔ ارشادربانی ہے:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾ (آل عمران:۱۱۰)

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیاہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہواور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے متبعین کو بتایا جارہا ہے کہ دنیا کی امامت ورہنمائی کے جس منصب سے بنواسرائیل اپنی نااہلی کی وجہ سے معزول کئے جاچکے ہیں اس منصب پر اب تم مامور کئے گئے ہواس لیے کہ اخلاق واعمال کے لحاظ سے اب عالم دنیا میں سب سے بہتر انسانی گروہ بن گئے ہواور تم میں وہ صفات پیدا ہوگئی ہیں جو امت عادلہ کے لیے ضروری ہیں یعنی نیکی کو قائم کرنے اور بدی کو مٹانے کا جذبہ وعمل اور اللہ وحدہ لاشریک کو اعتقاداً وعملاً اپنا الٰہ اوررب تسلیم کرنا۔ (تفہیم القرآن:۱/۲۷۹)

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴾ (البقرہ:۱۴۳)

اوراسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک ''امت وسط'' بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہواور رسول تم پر گواہ ہو۔

یہ امت محمدیہ ﷺ کی امامت کا اعلان ہے۔

یہ آیت دراصل ''بیت المقدس'' سے ''کعبہ'' کی سمت تحویل قبلہ کے تناظر میں نازل ہوئی ہے جو اپنے اندرایک اہم معنی رکھتی ہے وہ یہ کہ اللہ نے بنواسرائیل کو رہنمائی وپیشوائی سے بالکل معزول کردیا ہے اورامت محمدیہ کواس پر فائزکردیا گیا ہے۔

ایک لمحہ کے لیے مذکورہ بیان کی روشنی میں امت محمدیہ کے احوال پرغورکرو۔ اس امت پر انعامات اورنوازشات کی جو بارش ہوئی اس سے پہلے کسی امت پرنہیں ہوئی۔

۱۔ان کے خاتم الانبیاء کوابدی شریعت دے کربھیجا۔

۲۔ان میں وہ علماء، ائمہ اور محدثین عظام پیدا ہوئے جو انبیاء کے وظائف کو انتہائی خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کے بعدایسے خلفاء امت کے قائد بنے جنھوں نے سارے جہان کواخلاق اوراصول سیاست وغیرہ کی ہدایت کی۔

۴۔ امت محمدیہ کو بھی جہاد کا حکم دیا گیا۔ عمالقہ کے مقابلہ میں نہیں روئے زمین کے تمام جبارین کے مقابلہ میں، محض سرزمین فلسطین کو فتح کرنے کے لیے نہیں بلکہ مشرق اور مغرب شمال اور جنوب ہر چہار جانب میں ''کلمۃ اللہ'' بلند کرنے اور تمام فتنوں کی جڑ کاٹنے کے لیے۔

۵۔ بنواسرائیل سے ''ارض مقدس'' کا وعدہ کیا گیا تھا، لیکن ''امت محمدیہ'' سے پوری روئے زمین کی خلافت دینے کا وعدہ کیا:

﴿ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً ﴾ (النور: ۵۵)

تم میں سے ان لوگوں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انھیں ضرور ملک کا خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لیے پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا۔

اس وعدہ الٰہی کا ظہور ''خلفائے راشدین اور عہد خیر القرون'' میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین میں غلبہ عطا فرمایا۔ اپنے پسندیدہ دین اسلام کو عروج دیا اور مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ حکمرانی کی وسعت بھی مسلمانوں کے حصہ میں آئی اور فارس وشام اور مصر وافریقہ اور دیگر دور دراز کے ممالک فتح ہوئے اور کفر وشرک کی جگہ توحید وسنت کی مشعلیں ہر جگہ روشن ہوگئیں اور اسلامی تہذیب وتمدن کا پھریرا چار دانگ عالم میں لہرایا گیا۔

۶۔ اگر بنواسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام نے میدان جہاد میں پیٹھ پھیرنے سے منع فرمایا تھا تو اس امت کو اللہ تعالیٰ نے یوں خطاب فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفاً فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ﴾ (الانفال: ۱۵)

اے ایمان والو جب تم کافروں سے دوبدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا۔ یعنی مسلمان اور کافر جب ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہوں تو پیٹھ پھیر کے بھاگنے کی اجازت نہیں ہے۔

انجام یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ کے رفقاء تو عمالقہ سے خائف ہو کر یہاں تک کہہ گزرے کہ

﴿ فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ﴾ (المائدہ: ۲۴) تم اور تمہارا پروردگار جا کر لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

لیکن اصحاب محمد نے کہا کہ اللہ کی قسم آپ سمندر کی موجوں میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو ہم اسی میں کود پڑیں گے اور اگر ''برک غماد'' تک دوڑنے کا حکم دیں گے تو ہم سے ایک بھی آدمی علاحدہ نہیں ہوگا۔ امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے وہ دکھلا دے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ ہم اپنے پیغمبر کے ساتھ ہو کر اس کے آگے اور پیچھے دائیں اور بائیں ہر چہار طرف جہاد کریں گے۔ اللہ کے فضل وکرم سے ہم وہ نہیں جنہوں نے موسیٰ سے

کہہ دیا تھا

﴿ فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ﴾ (المائدہ: ۲۴)

اسی کا نتیجہ ہے کہ جتنی مدت میں بنواسرائیل فتح ''ارض مقدس'' سے محروم ہوکر ''وادی تیہ'' میں بھٹکتے رہے اس سے کم مدت میں اصحاب محمد ﷺ نے ہدایت وارشاد کا جھنڈا چار دانگ عالم میں گاڑ دیا اور اسلامی تہذیب وتمدن کا پھریرا پوری دنیا میں لہرادیا۔

۷۔فضیلت وبرتری کی وجہ سے سب سے بڑی تعداد امت محمدیہ کی جنت میں جائے گی اس پر صحیح بخاری کی درج ذیل روایت روشن دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہم لوگوں کے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ (خواب میں) مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں۔بعض نبی گزرے ان کے ساتھ (ان کی اتباع کرنے والا) صرف ایک آدمی ہوتا،بعض نبی گزرتے اور ان کے ساتھ (ان کے متبعین میں سے) صرف دو آدمی ہوتے،بعض کے ساتھ پوری جماعت ہوتی اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا۔پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جس سے آسمان کا کنارہ ڈھک گیا تھا،میں نے یہ سمجھا کہ یہ میری امت کے لوگ ہوں گے لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کی امت کے لوگ ہیں،پھر مجھ سے کہا گیا دیکھو!میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے آسمانوں کا کنارہ ڈھانپ لیا ہے،پھر مجھ سے کہا گیا ادھر دیکھو ادھر دیکھو میں نے دیکھا کہ بہت سی جماعتیں ہیں جو تمام افق پر محیط تھیں۔کہا گیا یہ تماری امت ہے اور اس میں ستر ہزار وہ لوگ ہیں جو جنت میں بغیر حساب وکتاب کے داخل کئے جائیں گے۔پھر صحابہ کرام اٹھ کر مختلف مقامات میں چلے گئے اور نبی کریم ﷺ نے اس کی توضیح وتشریح نہیں کی کہ ستر ہزار جنت میں بغیر حساب وکتاب کے کون لوگ داخل کئے جائیں گے۔صحابہ کرام نے باہم اس کے متعلق بحث ومذاکرہ کیا اور کہا کہ ہماری پیدائش تو شرک کی حالت میں ہوئی تھی البتہ بعد میں ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے لیکن یہ ستر ہزار ہمارے بیٹے ہوں گے جو پیدائش ہی سے مسلمان ہیں۔جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ یہ ستر ہزار وہ لوگ ہیں جو بدفالی نہیں کرتے،نہ منتر سے جھاڑ پھونک کراتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں بلکہ اپنے رب پر کامل اعتماد اور بھروسہ رکھتے ہیں۔یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں بھی ان ستر ہزار میں سے ہوں۔آپ نے فرمایا: ہاں۔لیکن دوسرے صحابی (سعد بن عبادہ) نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ میں بھی ان میں سے ہوں؟ اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عکاشہ تم سے بازی لے گئے،تم سے پہلے عکاشہ کے لیے جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا۔(صحیح بخاری، کتاب الطب، باب من لم یرق: ۵۷۵۲،باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب:۶۵۴۱)

عکاشہ بن محصن یہ وہ برگزیدہ صحابی ہیں کہ جنگ بدر میں ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے،آپ نے انہیں لکڑی کا پھٹا تھما دیا اور فرمایا عکاشہ تم اسی سے جہاد کرو۔عکاشہ نے جب اسے

نبی کریم سے لے کر ہلایا تو وہ ایک لمبی، مضبوط اور چم چم کرتی ہوئی سفید تلوار میں تبدیل ہو گیا۔ پھر انہوں نے اس تلوار سے لڑائی کی یہاں تک کہ اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ اس تلوار کا نام ''عون'' یعنی مدد رکھا گیا۔ یہ تلوار مستقلاً عکاشہ کے پاس رہی اور وہ اسی کو لڑائیوں میں استعمال کرتے رہے یہاں تک کہ دور صدیقی میں مرتدین کے خلاف جنگ کرتے ہوئے وہ شہید ہو گئے، اس وقت بھی یہ تلوار ان کے پاس تھی۔

كنتم خير أمة ''امت محمدیہ'' کے فضل وشرف اور اعزاز واکرام پر روشن برہان ہے، لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ فضیلت وبرتری غیر مشروط ہے، نہیں ہرگز نہیں۔ مذکورہ آیت کے اندر اس کی علامت بھی واضح طور پر موجود ہے جو امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ ہے۔ گویا یہ امت اگر ان امتیازی خصوصیات سے متصف رہی تو ''خیر امت'' ہے بصورت دیگر اس امتیازی صفت سے محروم ہو سکتی ہے، کیوں کہ اسی آیت کے اندر فضیلت ''امت محمدیہ'' کے بعد اہل کتاب کی سخت مذمت کی گئی ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام نہیں دیتے تھے اور ان کی اکثریت کو فاسق کہا گیا ہے اور جو شخص اس فریضہ کو انجام نہیں دے گا وہ اہل کتاب کے مشابہ ہوگا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی اس صفت کو بایں طور بیان کیا ہے:

﴿كَانُوا۟ لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا۟ يَفْعَلُونَ﴾ (المائدہ:۷۹)

وہ ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے۔ جو کچھ کرتے تھے بہت برا ہے۔

ویسے تو ہر شخص اپنے اپنے دائرہ میں ''بلغوا عني ولو آية'' کے تحت تبلیغ کا ذمہ دار ہے لیکن وہ علماء جو معروف ومنکر شرعی کا صحیح علم رکھتے ہیں ان کے اوپر یہ فرض ہے کہ تبلیغ ودعوت کا فریضہ انجام دینے میں کبھی غفلت ولا پرواہی سے کام نہ لیں۔

اس مضمون کی ترتیب میں
درج ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:

۱۔ تیسیر الکریم الرحمان فی تفسیر کلام المنان، العلامۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی
۲۔ تفسیر ابن کثیر
۳۔ تفسیر احسن البیان، حافظ صلاح الدین یوسف
۴۔ تفہیم القرآن، علامہ ابوالاعلیٰ مودودی
۵۔ تفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی
۶۔ تدبر قرآن، علامہ امین احسن اصلاحی
۷۔ صحیح بخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری
۸۔ الرحیق المختوم، مولانا صفی الرحمن مبارک پوری
۹۔ قصص القرآن، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

●●●

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی رحمہ اللہ
کچھ یادیں کچھ باتیں

ڈاکٹر عبدالغنی القوفی

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی برصغیر کی جماعت اہل حدیث کا ایک نمایاں نام ہے۔پچھلے پچاس سالوں میں جو مرجع خلائق ہستیاں گزری ہیں ان کی آخری کڑی کے طور پر انہیں یاد کیا جاتا رہے گا۔اللہ تعالی ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ان کے لوح جہاں پر ثبت سب سے درخشاں اور تابندہ کارناموں کو شرف قبولیت بخشے۔ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے اور جس دین ومسلک کی خدمت میں اپنی پوری مجاہدانہ عمر صرف کردی ،اللہ اس دین ومسلک کے حقیقی علم برداروں کے ساتھ آپ کا حشر فرمائے،آمین۔

کئی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ ان کے تعلق سے جو افکار پراگندہ ذہن ودماغ میں گردش کناں ہیں،انہیں دام تحریر میں لاؤں،لیکن سانحہ کا اثر اتنا شدید تھا کہ چاہ کر بھی قلم نہیں اٹھا سکا۔راقم اچھی طرح سمجھتا اور یقین رکھتا ہے کہ یہی کیفیت بہت سارے احباب کی ہوگی۔خاص طور پر وہ لوگ جنہیں ڈاکٹر صاحب سے انس خاص حاصل تھا۔آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں،لیکن ان کی یادگاریں موجود ہیں،جامعہ امام ابن تیمیہ جن میں سرفہرست ہے۔علمی تصانیف اور اپنے مختلف عہدوں پر رہتے ہوئے جو خدمت خلق آپ نے انجام دی سبھی آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت ہیں،ان شاء اللہ۔

مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران بارہا آپ سے شرف ملاقات حاصل رہا۔آپ سے بلامشافہ ملنے سے پہلے ہی اپنے (رشتہ میں) بڑے ابو جناب مولانا نور محمد صاحب سلفی رمول،سرہا(نیپال) سے آپ کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا جو آپ کے یار غار اور بچپن کے دوست تھے۔ان کے بقول آپ ابتدائی تعلیم کے زمانہ ہی سے ذہانت اور عمدہ صلاحیت کے حامل تھے۔بچکانہ شرارتیں بھی وہ ایسی کرتے تھے جن سے تعلیم کے میدان میں بقیہ ساتھیوں سے آگے بڑھنے کی ان کی جستجو کا اندازہ ہوتا ہے۔بڑے ابو کے بقول سارے بچوں کو سلا کر چادر یا کمبل کی آڑ لے کر خود پڑھتے رہتے تھے۔بادی النظر میں سب یہی سمجھتے تھے کہ وہ بھی سو رہے ہیں۔محنتی اور پڑھائی پر زیادہ توجہ کی وجہ سے ساتھیوں کی طرف سے مختلف مزاحیہ القاب سے بھی نوازے جاتے تھے،لیکن تھے اپنی دھن کے پکے۔لہذا بقیہ کا تو نہیں پتہ،مگر وہ خود ایک نامور شخصیت بن کر ابھرے اور زمانے پر چھا گئے۔عمر کے آخری پڑاؤ تک انہوں نے بڑے ابو سے سلسلہ جنبانی برقرار رکھا اور جب بھی گفتگو ہوتی وہی لہجہ لوٹ آتا جس لہجہ کے وہ بچپن میں عادی تھے۔ان

کے سامنے وہ دکتور نہیں، بلکہ صرف ایک کلاس فیلو بن کر رہتے تھے۔ وہی بے تکلفی سے بھرپور لہجہ، آداب والقاب کی بوجھل پابندیوں سے آزاد انداز گفتگو، پرانی یادیں، پرانی باتیں، ماضی کی تلخیاں، سخت کوشی کی زندگی کے تذکرے، حالات کی قلا بازیاں، نئی اور پرانی نسلوں کے مابین حائل خلیج، بدلتے ہوئے اقدار واطوار اور پھر اپنے حالیہ چیلنجز اور درپیش مسائل سب کچھ اس انداز میں ڈسکس ہوتے تھے، جس میں سارے احتیاطی پہلوؤں کو کنارے رکھ دیا جاتا تھا۔

مدینہ طیبہ سے ایک بار برادرم ڈاکٹر محمد یوسف تیمی مدنی کی رفاقت میں مع اہل خانہ آپ کے اصرار پر مکہ مکرمہ میں آپ کے گھر ظہرانہ پر جانے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ تواضع اور خاکساری کی علامت بنے آپ بنفس نفیس وہاں موجود ملے۔ اس دوران مختلف موضوعات پر کھل کر تبادلۂ خیال کا موقع ملا۔ انتہائی مصروف شیڈول کے باوجود یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ کسی قسم کی جلدی ہے۔ پورے اطمینان کے ساتھ فری ہو کر گفتگو کرتے رہے۔ مستقبل کے تعلق سے جو اس وقت ہمارا سب سے بڑا مسئلہ تھا انہوں نے نیک مشورے بھی دیئے۔ جس اپنائیت اور بے لوثی کے ساتھ وہ ہم خوردوں سے پیش آئے آج کے دور میں ایسے نمونے خال خال ہی دیکھنے کو ملتے ہیں، ورنہ عام طور پر بڑے لوگ طلبہ سے اس طرح کھل کر بات کرنا تو درکنار، منھ لگانا اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔

یہی کچھ معاملہ اہلیہ کا تھا۔ گھر کے اندر خادمہ ہونے کے باوجود کچن میں مصروف رہیں۔ اس قسم کے اعلی شاہکار آخر کس کارخانے میں تیار ہوتے تھے۔ آج بھی دانش گاہیں موجود ہیں اور بکثرت پائی جاتی ہیں، لیکن ان میں کیا ایسے جواہر پارے اب نظر آتے ہیں۔

موصوف نے جو مقام حاصل کیا وہ بھی یونہی نہیں مل گیا۔ بہت سارے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی معیت نے انہیں دیکھتے ہی دیکھتے بلندیوں کی معراج تک پہنچا دیا۔ معاملہ اس قدر آسان بھی نہیں تھا۔ ترقیوں کا یہ سفر جوکھم بھرا تھا۔ اہل علم کے درمیان رہ کر اپنی ایک جگہ بنانا بہت بڑا چیلنج تھا، وہ بھی ایک اجنبی کے لیے، لیکن خداداد صلاحیتوں اور بتوفیق الٰہی آپ کو وہ مقام عنایت ہوا جو تمام برصغیر کے باشندوں کے لیے لائق صد افتخار ہے۔

تصانیف ڈاکٹر محمد لقمان سلفی رحمہ اللہ

تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن، فیوض العلام علی تفسیر آیات الأحکام، فتح العلام شرح بلوغ المرام، عقیدۃ المسلم، الصادق الأمین، رش البرد شرح الأدب المفرد، أرکان الإسلام، السلسلۃ الذھبیۃ للقراءۃ العربیۃ
اھتمام المحدثین بنقد الحدیث سندا ومتنا والرد علی شبھات المستشرقین وأتباعھم، مکانۃ السنۃ وحجیتھا فی التشریع الإسلامی

اے پھول ترا درد ہی کہتا ہے کہ تونے

تحریر: ڈاکٹر عبدالکریم سلفی علیگ
(اسلامک دعوہ سنٹر ممبئی)

جس شاخ پہ کھلنا تھا وہی قبر ہے تیری
وحشت تو کبھی اتنی گنہگار نہیں تھی
اے پھول ترا درد ہی کہتا ہے کہ تونے
اچھا ہے یہ کانٹوں بھری دنیا نہیں دیکھی
بچیوں کو زندہ درگور کرنے والے.....
ماں کے رحم میں ہی بچیوں کو مار دینے والے....

سفاک ظالم لوگوں کو آئینہ دکھاتے ہوئے پروفیسر وسیم بریلوی صاحب کا یہ شعر جب سماعتوں سے ٹکرایا تو دل سے ایک آواز آئی کہ دور حاضر کے نام نہاد مہذب سماج میں جس بربریت کے ساتھ معصوم بچیوں کو یا تو رحم مادر میں ہی مار دیا جاتا ہے یا پیدائش کے بعد یا بڑی ہونے کے بعد مختلف بہانوں سے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، ان پر کچھ لکھا جائے۔ پروفیسر وسیم بریلوی صاحب کے ان اشعار نے مجھے یہ تحریر لکھنے پر مجبور کیا۔ یہ نام نہاد مہذب سماج جہاں ایک طرف اپنی مرضی سے خواتین کو گھروں سے باہر نکالنا چاہتا ہے تاکہ بلا روک ٹوک ان کی عزت وآبرو سے کھلواڑ کر سکے اور اسے ایک کھلونا بنا کر اسے اپنے قریب رکھنا چاہتا ہے اور جب ضرورت پوری ہوجاتی ہے تو پھر اسے بے یارو مددگار چھوڑ دیا جاتا ہے بالآخر وہ خاتون در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوجاتی ہے۔ یہی وہ سماج ہے جو بچیوں کو دنیا میں آنے ہی نہیں دینا چاہتا، بلکہ انہیں ماں کے کوکھ میں ہی مار دینا چاہتا ہے۔

افسوس ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والے یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ عورتوں کو برابری کا حق دیا جائے تاکہ انہیں بھی آزادی حاصل ہو۔

بے شمار اس طرح کے افراد کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ہر مرد کی کامیابی کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ دوسری طرف یہ بربر قوم ان معصوم پھولوں کو کھلنے سے پہلے ہی مسل دیتے ہیں اور جن گلوں کو سجا کر گھروں کو گلزار بنایا جاتا ہے انہیں کھلنے سے پہلے ہی دنیا کے منظر سے غائب کر دیا جاتا ہے۔

افسوس ہے ایسے ظالموں پر جو بیٹی کی پیدائش کو ایک بوجھ سمجھتے ہیں اور ان ماؤں کو جن کے یہاں بیٹیاں پیدا ہوتی ہیں انہیں عار دلاتے ہیں اور انہیں بے عزت کرتے ہیں، حالانکہ یہ اللہ کے قبضہ قدرت میں اور اس کی منشاء پر منحصر ہوتا ہے اس میں عورت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

ایسے ہی لوگوں کے متعلق کسی عربی شاعرہ نے کہا تھا کہ

مال لأبي حمزة، لا يأتينا
يظل في البيت الذي يلينا
غضبان ألا نلد البنينا

تالله ما ذاك في أيدينا
وإنما نأخذ ما أعطينا
نحن كالأرض لزارعينا
ننبت ما قد زرعوه فينا

ابوحمزہ کو کیا ہو گیا کہ وہ ہمارے پاس نہیں آتے ،
حالانکہ وہ پاس والے گھر میں ہی ہوتے ہیں،
وہ غصہ ہیں اس بات پر کہ ہم کیوں نہیں بیٹے پیدا کرتیں،
قسم ہے اللہ کی یہ ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہے،
ہم تو صرف وہی لیتی ہیں جو ہمیں دیا جاتا ہے،
ہم اس زمین کے مانند ہیں جو زمین کھیتی کے لئے ہوتی ہے،
اور ہم وہی اگاتے ہیں جسکی کاشت کی جاتی ہے۔

اس طرح کے ذہنی بیمار لوگ کبھی تو غور کرلیں کہ وہی بچی بڑی ہو کر افزائش نسل کا سبب بنتی ہے کسی کی ماں ہوتی ہے تو کسی کی بیوی، کسی کی بیٹی ہوتی ہے تو کسی کی بہو، الغرض انسانیت کا پورا سسٹم مرد وزن کے ملاپ پر منحصر ہے لیکن ان مفاد پرستوں کو ذرہ برابر بھی احساس نہیں۔

مذہب اسلام تو عورت کو دنیا کا بہترین اور سب سے قیمتی سرمایہ قرار دیتا ہے۔ حالانکہ اگر آج کی بچیوں کو ماں کے کوکھ میں مارنے کی شرح دیکھی جائے تو مسلم سماج پیچھے نہیں ہے۔ یہ کافی افسوس ناک امر ہے۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ مسلم سماج معاشرے کو اس بدترین حالات سے نکالا جائے جب کہ ایسا نہیں ہو رہا ہے الا ماشاء اللہ۔

معزز قارئین! ملاحظہ فرمائیں رحمت انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان:

”الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ“ رواہ مسلم (1467)

دنیا فائدہ اٹھانے کی ایک چیز ہے اور اس کا سب سے بہترین سرمایہ نیک عورت ہے۔

وہ لوگ بچیوں کو مار رہے ہیں جن کی خواہش ہوا کرتی ہے کہ ایک عورت ایسی ہونی چاہیے جو دوست ہو.... جو حوصلہ بڑھانے والی ہو..... جس کے بازوؤں میں سر رکھ کر اپنے دکھ درد اور ٹینشن کو ختم کرنا آسان ہو..... جو دلاسہ دلانے والی ہو..... غم بانٹنے والی ہو، لیکن پھر یہی حضرت انسان آگے چل کر پیدا ہونے والی معصوم بچی کو جو اس کی لخت جگر ہے، مار دیتا ہے۔

نوجوان نسل اگر اس بات کا عہد کر لے کہ وہ اس شیطانی کرتوت کے قریب نہیں جائے گی تو ان شاء اللہ اس پر بڑے پیمانے پر کنٹرول کیا جانا ممکن ہے۔

محترم قارئین!

آئے ذرا اپنے ملک کی سرکاری رپورٹ کا بھی جائزہ لے لیں کہ وہ بچیوں کو ماں کے کوکھ میں مار دینے کے متعلق کیا انفارمیشن فراہم کرتا ہے؟

اپنے ملک میں ہر سال ایک سو چھپن لاکھ (156Lakhs) اسقاط حمل ہوتے ہیں اور اس میں ایک بڑی تعداد بچیوں کی ہوتی ہے۔

انڈین منسٹر فار ویمن اینڈ چائلڈ محترمہ مینکا گاندھی اپنے ایک پریس کانفرنس منعقدہ 17 ستمبر 2014 نیو دہلی میں سرکاری رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ” ہر دن انڈیا میں ماں کے کوکھ میں 2 ہزار لڑکیاں قتل کی جاتی ہیں“۔

(یہ نیوز Time. Com انگلش نیوز پورٹل پر شی

اینگر کے آرٹکل میں موجود ہے جو کہ 22 اپریل 2015 کو لکھا گیا ہے)

ہر دن.... اللہ اکبر..... ہر دن دو ہزار بچیاں ماردی جا رہی ہیں...

یہ ملک معصوم بچیوں کے متعلق کتنی خطرناک صورتحال سے دو چار ہے اور ہماری عوام کی سوچ بیٹیوں کے متعلق کتنی بدتر ہوتی جا رہی ہے۔

ہم جب ملک کے حالات پر غور کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ عجیب وغریب حالات ملک میں بچیوں کے متعلق ہیں۔ اگر بچیاں پھلتی پھولتی ہیں تو پھر یہی سماج کے بدکار و بد کردار لوگ ان بچیوں سے زنا بالجبر کا ارتکاب کرتے ہیں اور پھر یہ ملک کبھی کٹھوعہ کی لاڈلی کے لئے روتا اور بلکتا ہوا نظر آتا ہے تو کبھی اناؤ کی بیٹی پر کئے گئے مظالم پر کف افسوس ملتا ہے اور ملک کے نیتا اپنی گنڈا گردی سے متاثرہ لڑکی کو یا تو مار ڈالتے ہیں یا زندہ جلا دیتے ہیں اور اگر کسی بیٹی نے جسارت کر لی کہ ایسے لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے تو ایسی بچیوں کو اور ان کے گھر والوں کی زندگیاں تباہ کر دی جاتی ہیں، (Save the Daughter, Educate the Daughter) بیٹی بچاؤ بیٹی پڑھاؤ کا حکومت نعرہ بھی دیتی ہے لیکن انہیں کے قریبی اس طرح کے جرائم کا ارتکاب دھڑلے سے کرتے ہیں، لیکن ان پر کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا جاتا۔

ایک خبر ابھی چند دنوں پہلے دیکھنے اور سننے کو ملی کہ ایک تین سالہ معصوم بچی اپنی والدہ کے ساتھ اسٹیشن پر لیٹی ہوئی تھی دو ظالم آئے اور اس معصوم کو گود میں اٹھا کر لے گئے اس کی عصمت کو تار تار کیا۔ پھر قتل کر دیا۔

کیا حالت بنا رکھی ہے قانون کے ٹھیکیداروں نے کہ ایک سے ایک بھیانک خبریں سننے اور دیکھنے کو آئے دن ملتی رہتی ہیں۔ جو بچیاں ماں کی کوکھ سے بچ کر دنیا میں آنکھیں کھول لیتی ہیں لیکن یہ بربر سماج انہیں دوسرے طریقوں سے پریشان کر کے ان کی عصمتوں کو تار تار کرتا ہے اور ان کی زندگی کو تاریکی میں ڈال دیتا ہے۔

معزز قارئین!

آئیں ذرا ملک میں ہونے والی عصمت دری کی رپورٹ کا بھی جائزہ لے لیں۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس رنجن گگوئی نے اس بار عصمت دری کے مدے کو بہت زیادہ سنجیدگی سے لیا ہے اور فی الفور ملک کے تمام صوبائی عدالتوں کو حکم صادر کیا کہ وہ جلد از جلد رپورٹ جمع کریں کہ کتنے زنا بالجبر کے واقعات ان صوبوں میں پیش آئے ہیں۔ ان تمام رپورٹوں کے مطابق 01 جنوری 2019 سے 30 جون 2019 تک یعنی چھ مہینے کے اندر ملک میں 24 ہزار 212 بلاتکار ہوئے ہیں، ایک مہینے میں 4000 بلاتکار، یعنی ایک دن میں 130 بلاتکار یعنی کہ ہر پانچ منٹ میں ایک بلاتکار کے واقعات اپنے ملک میں ہو رہے ہیں۔

(این ڈی ٹی روپش کمار پرائم ٹائم 15 جولائی 2019)

معزز قارئین!

قربان جائیں مذہب اسلام اور اس کی تعلیمات پر جو کہ انسانیت کو ایک ایسا پیغام دیتا ہے۔ اگر دنیائے انسانیت اسے اپنا لے تو پھر بچیوں کا احترام اور ان کی عزت وعصمت

محفوظ ہو جائے۔ اسلام میں ہے کہ جس شخص نے ایک یا دو بیٹی کی پرورش اور تربیت صحیح سے کر دی وہ جنت میں پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔

عن أنس عن النبي ﷺ قال: من عال جاريتين حتى تبلغا جاء يوم القيامة أنا وهو كهاتين، وضم أصابعه ﷺ.

(أخرجه مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الإحسان إلى البنات، برقم (2631).

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے دو بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بڑی ہوگئیں تو وہ شخص قیامت کے دن آئیگا میں اور وہ ایک ساتھ ہونگے جیسے یہ دو انگلیاں ہیں اور رسول اللہ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔

ایک اور مقام پر حدیث میں موجود ہے کہ بچیوں کی پرورش و تربیت اگر اچھے سے کی گئی تو وہ جہنم سے بچاؤ کا سبب بنیں گی جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا

"من ابتلي من هذه البنات بشيء فأحسن إليهن كن له ستراً من النار". (أخرجه البخاري:1418)

ترجمہ: جو شخص ان بچیوں کے ذریعہ سے آزمایا گیا اور پھر ان بچیوں کی اچھی پرورش و پرداخت کی تو یہ تمام بچیاں اپنے والدین کے لئے جہنم سے آڑ بنیں گی۔ اسی طرح قرآن ان لوگوں کو تنبیہ کرتا ہو جو اپنی بچیوں کو زندہ درگور یا مار ڈالتے ہیں اور ایسے لوگوں کو اپنے خطرناک انجام کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

اللہ نے ارشاد فرمایا:

[وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ](التکویر:8،9)

ترجمہ: کہ جب درگور کی گئی بچیوں سے پوچھا جائیگا کہ کس گناہ کے سبب وہ قتل کی گئیں ہیں۔

دراصل قاتل کی سرزنش کی جائے گی کیونکہ مجرم تو وہی ہے نہ کہ درگور کی گئی بچیاں، تو وہ تمام مجرمین رب کے سامنے کیا جواب دیں گے، اس لئے ہم کو چاہیے کہ سماج کو اس سمت میں بیدار کریں اور اسلامی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ عام کریں تاکہ اس صورتحال سے سماج کو بچایا جاسکے" ستیہ میو جیتے" نامی عامر خان کے ایک شو میں ایک خاتون نے اپنے متعلق بتایا کہ میری 6 بچیوں کو لگاتار سسرال والے پیٹ ہی میں مروا دیئے بالآخر اس خاتون کو جب حمل ٹھہرا تو سسرال سے بھاگ گئیں اور ساتویں بار بھی لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ مظلوم عورت سسرال والوں کو سبق سکھانے کے لئے قانونی کاروائی کر رہی ہے۔ ملک کے زمینی حقائق یہ ہیں۔

محترم قارئین!

اگر ہم چاہتے ہیں کہ سماج اور سوسائٹی میں بدلاؤ آئے ۔بچیوں وخواتین کی عزت و ناموس محفوظ رہے تو اسلامی تعلیمات کو پہلے اپنے اوپر اور پھر عوامی سطح پر عام کرنے کی ضرورت ہے۔ جہالت ہی سب سے بڑی وجہ ہے کہ لوگ اپنی بچیوں کو مار دے رہے ہیں، لوگوں کو علم دین حاصل کرنے پر زور دیا جائے ملک کے دیگر جو غیر مسلم افراد ہیں

ان کی کاؤنسلنگ کی جائے۔لوگوں کو بچیوں کے حقوق اور اولاد کے متعلق ان کی جوابدہی پر سمجھایا جائے تاکہ اس طرح کے جرائم پر قدغن لگ سکے اور ایک بہتر سماج تیار ہو سکے۔

لوگ بیٹوں سے ہی رکھتے ہیں توقع لیکن
بٹیاں اپنی، برے وقت میں کام آتی ہیں
اپنی سسرال کا ہر زخم چھپا لیتی ہیں
سامنے ماں کے جب آتی ہیں تو مسکاتی ہیں
ایک بیٹی ہو تو کھل اُٹھتا ہے گھر کا آنگن
گھر وہی رہتا ہے پر رونقیں بڑھ جاتی ہیں

(منظر بھوپالی)

●●●

اقوال زریں

- صحیح اتحاد واتفاق اس وقت ہوتا ہے جب دونوں طرف سے لچک اور نرمی عمل میں آئے۔
- ان کی طرف سے جمود اور آپ کی طرف سے لچک، یہ مداہنت کی راہ ہوگی۔
- مجاملت ومدارات اور نرمی وتسامح اسی حد تک ہونا چاہئے جس سے کسی بڑے دینی فائدہ کی توقع پوری ہونے کا ظن غالب ہو اور دینی ومسلکی تصلب میں فرق نہ آئے۔

فتاوی شیخ الحدیث مبارک پوری (۱/ ۶۰۳)

●●●

مطالعہ کے فوائد

۱۔وسوسے اور رنج وتفکرات دور ہوتے ہیں۔
۲۔باطل میں پڑنے سے آدمی بچتا ہے۔
۳۔بے کار اور گپ بازوں سے نجات ملتی ہے۔
۴۔گفتگو اور بات چیت کا سلیقہ آتا ہے۔زبان فصیح ہوتی ہے۔
۵۔عقل بڑھتی ہے۔دل کی صفائی اور ذہن صیقل ہوتا ہے۔
۶۔علم وافر ہوتا ہے۔فہم کو جلا ملتی ہے اور معلومات کا ذخیرہ بڑھتا ہے۔
۷۔لوگوں کے تجربوں، حکیموں کی حکمت اور علماء کے استنباط سے آگاہی ہوتی ہے۔
۸۔حصول علم کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور ان مختلف ثقافتوں سے آشنائی ہوتی ہے جن کا زندگی میں اہم کردار ہوتا ہے۔
۹۔مطالعہ ذہن کو انتشار سے، دل کو شکست وریخت سے اور وقت کو ضیاع سے بچاتا ہے۔
۱۰۔فہم کلام، مضمون کے ڈھالنے اور عبارت کے مقصد تک پہنچنے، جملہ کے مدلول اور حکمت کے اسرار ورموز سمجھنے میں کتاب کا مطالعہ رسوخ پیدا کرتا ہے۔

ہم عصر میڈیا، مسلمان اور طلبائے مدارس

تحریر: سہیل انجم
sanjumdelhi@gmail.com

۱۵ر فروری ۲۰۲۰ء بروز سنیچر بعد نماز عشاء ''ہم عصر میڈیا، مسلمان اور طلبہ مدارس'' کے عنوان پر جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کے لیکچر ہال میں ''برنامج اتقان'' کے زیر اہتمام طلبہ کی ایک نشست ہوئی جس کے مہمان خصوصی محترم سہیل انجم صاحب (دہلی) تھے۔ یہ مقالہ دراصل آپ کی اسپیچ ہے جسے قید تحریر میں لاکر آپ نے پیش کیا تھا۔نشست کی صدارت محترم ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ نے کی تھی۔

محترم سہیل انجم صاحب ایک منجھے ہوئے خوش اخلاق اور حق گو صحافی کے ساتھ ایک اچھے قلم کار بھی ہیں۔آپ جولائی ۱۹۵۸ء کو ریاست اتر پردیش کے ضلع بستی (موجودہ سنت کبیر نگر) کے ایک علمی خانوادہ میں پیدا ہوئے۔والد محترم ڈاکٹر مولانا حامد انجم انصاری اپنے عہد کے موقر عالم دین، سحر البیان خطیب اور مشہور شاعر وصحافی تھے۔مختلف تعلیمی مراحل سے ہوتے ہوئے ۱۹۷۳ء میں میٹرک، ۱۹۷۶ء میں انٹرمیڈیٹ، ۱۹۷۹ء میں بی اے اور ۱۹۸۱ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم اے پاس کیا۔ بعد ازاں ۱۹۸۵ء میں صحافت میں قدم رکھا اور مختلف اخباروں میں خدمات انجام دیں۔فی الحال وائس آف امریکہ کی اردو سروس کے لیے ۲۰۰۲ء سے نمائندگی کرتے ہیں۔صحافت کے ساتھ آپ کا رشتہ قلم سے بھی مضبوط ہے۔میڈیا روپ اور بہروپ، میڈیا اردو اور جدید رجحانات، مغربی میڈیا اور اسلام، احوال صحافت اور دہلی کے ممتاز صحافی آپ کے شستہ قلم سے ترتیب پا کر زیور طباعت سے آراستہ ہیں۔علاوہ ازیں آپ کی صحافتی خدمات کے پیش نظر مختلف اداروں اور کمیٹیوں نے تمغۂ امتیاز سے نوازا۔ہمارا قومی میڈیا جس طرح جھوٹ کو سچ اور ذرہ کو پہاڑ بنا کر پیش کرتا ہے اس تناظر میں صحافت کو صحیح رخ کی طرف پھیرنے میں آپ کی جدوجہد وکاوش کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔دعا ہے کہ رب العالمین آپ کو قوت واستحکام عطا کرے،آمین۔ ——— **مدیر**

مسلمان ہمیشہ کئی محاذوں پر اور کئی معاندین کے ساتھ برسر پیکار رہے ہیں۔اکیسویں صدی میں ان کا ایک اور مخالف پیدا ہو گیا جو بے حد طاقتور ہے۔جو بظاہر ان کا دشمن تو نہیں لیکن ان کا دوست بھی نہیں ہے۔وہ ان سے آمادۂ جنگ بھی نہیں رہتا لیکن اس کے باوجود اس کا رویہ عام طور پر مسلمانوں کے لیے ضربِ کاری سے کم نہیں۔ یہ نیا مخالف الیکٹرانک میڈیا ہے۔ پرنٹ میڈیا تو پہلے سے ہی مسلمانوں کے ساتھ وہی کھیل کھیلتا آرہا ہے جو اب الیکٹرانک میڈیا کھیل رہا ہے۔ پرنٹ میڈیا کا دائرہ اثر کچھ ذرا محدود ہے لیکن الیکٹرانک میڈیا کا لامحدود ہے۔ وہ کبھی دانستہ اور کبھی نادانستہ ایک تیر سے کئی کئی شکار کرتا ہے اور شکار ہمیشہ مسلمان ہی بنتے ہیں۔ اگر ہم یہ کہیں کہ مسلمانوں اور میڈیا کے باہمی رشتے کی داستان بڑی دلخراش بھی ہے اور عبرت انگیز بھی، تو شاید غلط نہیں ہوگا۔ یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں اور

اسے اجاگر کرنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں کہ یہ میڈیا کا دور ہے۔ ''قلم گوید کہ من شاہ جہانم'' جیسے شہرہ آفاق مقولے میں اب بے انتہا وسعت آ گئی ہے۔ اب قلم کے زمرے میں الیکٹرانک میڈیا کے تمام آلاتِ حرب وضرب بھی آ گئے ہیں۔ اب جنگیں صرف میدان کارزار ہی میں نہیں لڑی جاتیں بلکہ میڈیا ہاوسز میں بھی لڑی جاتی ہیں۔ اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جو فریق اس ہتھیار سے لیس ہو گیا اس نے نصف جنگ بغیر لڑے ہی جیت لی۔

نیشنل میڈیا مسلم ایشوز پر منفی طرز فکر سے کام لیتا ہے۔ وہ ایسی چیزوں کو اچھالتا ہے جن سے مسلمانوں اور ان کے مذہب کی بدنامی ہو۔ وہ مسلمانوں کی شبیہ ایسے رنگوں سے بناتا ہے جو بدنما ہوں اور جن سے ایک کریہہ اور ڈراونی صورت سامنے آئے۔ ہندوستانی مسلمانوں کو جان بوجھ کر پاکستان سے جوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ان پر دہشت گردی کے الزامات عاید کیے جاتے ہیں۔ اگر کسی ایک مسلمان نے کوئی اشتعال انگیز بیان دے دیا ہے تو اس کی آڑ میں پورے ملک کے مسلمانوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اِس وقت سی اے اے، این پی آر اور مجوزہ این آر سی کے خلاف جو احتجاجی مظاہرے ہو رہے ہیں اور جن میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ برادران وطن بھی بڑی تعداد میں شامل ہیں، ان مظاہروں کی آڑ میں مسلمانوں کو ملک کا دشمن اور غدار ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر شاہین باغ کے احتجاج میں کوئی ایسا نعرہ ایک بار ہی سہی لگ گیا جو میڈیا کو اشتعال انگیزی کرنے میں سوٹ کرتا ہو تو بار بار اس کو ہائی لائٹ کیا جاتا ہے۔ نیشنل میڈیا مستقل یہ بتاتا آ رہا ہے کہ شاہین باغ میں جناح والی آزادی کا نعرہ لگایا جا رہا ہے۔ وزیر اعظم نریندر مودی اور وزیر داخلہ امت شاہ کو مارنے کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ حالانکہ یہ ثابت نہیں ہو سکا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ بے بنیاد الزامات ملک کی ایک مخصوص جماعت کے لوگوں نے گھڑے اور اب نیشنل میڈیا ان الزامات کو ایسے پیش کر رہا ہے جیسے پورے ملک کے مسلمان محمد علی جناح کے عاشق اور حمایتی ہیں اور سارے مسلمان شمشیر بدست ہو کر مودی اور امت شاہ کو ڈھونڈ رہے ہیں۔

جب ایک فرضی ویڈیو کی بنیاد پر یہ الزام عاید کیا گیا کہ شاہین باغ میں خواتین پانچ پانچ سو روپے لے کر دھرنے پر بیٹھ رہی ہیں تو اسے میڈیا نے یوں ہائی لائٹ کیا جیسے وہاں خواتین نے پانچ پانچ سو روپے کے لیے قطار باندھ لی ہو۔ لیکن جب یہ ویڈیو فرضی پایا گیا تو اسے فرضی بتا کر شاہین باغ کی خواتین کو اس الزام سے گلو خلاصی کرانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ شاہین باغ میں حب الوطنی کا جو مظاہرہ ہو رہا ہے اور جس طرح اتحاد بین المذاہب کی مثال پیش کی جا رہی ہے میڈیا اس کو دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔ جب مظاہرین کسی ایمبولینس کو جانے کا راستہ دیتے ہیں یا کسی ہندو بھائی کی ارتھی کے گزرنے کے لیے بیری کیڈنگ ہٹا دیتے ہیں تو میڈیا اس پر کوئی توجہ نہیں دیتا اور اسے اس لائق نہیں سمجھتا کہ وہ خبر ہی چلا سکے، لیکن وہ یہ بات بڑی شد و مد کے ساتھ بتاتا ہے کہ مظاہرین نے ایک اہم شاہراہ کو بند کر کے پوری دہلی کو یرغمال بنا لیا ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ دہشت گردی کے معاملات میں بھی یہی ہوتا ہے کہ جب کوئی مسلمان فرضی طریقے سے

پکڑا جاتا ہے تو اسے بہت بڑا خونخوار دہشت گرد بنا کر پیش کیا جاتا ہے لیکن جب اسی شخص کو عدالتیں بری کر دیتی ہیں اور اس پر عاید تمام الزامات جھوٹے اور بے بنیاد ثابت ہو جاتے ہیں تو میڈیا اس خبر کو نہیں دکھاتا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ میڈیا میں متعصب ذہنوں کی بڑی کارفرمائی ہے۔ جانبدار افراد کی بھرمار ہے۔ سیاسی جماعتیں اور مخصوص مذہبی گروہ ان کو اپنا ہمنوا بنانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ میڈیا میں مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں انتہائی خطرناک رپورٹنگ ہوتی ہے۔ میڈیا کے طفیل میں آج ایک بار پھر مناظروں کا دور لوٹ آیا ہے۔ آج پھر مختلف بہانوں سے اسلام، پیغمبر اسلام، شعائر اسلام اور مسلمانوں پر حملے ہو رہے ہیں۔ کتابیں لکھی جارہی ہیں اور اخبارات کے ذریعے مسلمانوں کو ہدف تنقید بنایا جارہا ہے۔ مناظروں نے آج اپنا چولا اور میدان دونوں بدل لیے ہیں۔ یعنی اب عوامی جلسے مناظروں کا مرکز نہیں بنتے بلکہ اب نیوز چینلوں کے اسٹوڈیوز میں مناظرے ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ بہت سطحی ہوتے ہیں۔ ایک خاص مکتب فکر کے حامل افراد کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف ایک محاذ کھول دیا گیا ہے۔ یہ محاذ کئی سطحوں پر قائم ہے۔ جن میں ہلکی پھلکی جھڑپوں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو نشانہ بنانا، ان کے مذہب کو ہدف تنقید بنانا اور ان کے تشخص اور اسلامی شعائر کو مٹانے کی کوشش کرنا شامل ہے۔ آج سب سے بڑا مقابلہ اگر کہیں چل رہا ہے تو وہ نیوز چینلوں پر چل رہا ہے۔ ایک مخصوص گروہ کی جانب سے اپنے ایجنڈے کی تبلیغ کے لیے بے شمار ماہرین پیدا کر دیے گئے ہیں۔ یہ ماہرین ہر جگہ موجود ہیں، حکومت میں بھی ہیں، سیاسی جماعتوں میں بھی ہیں، انتظامیہ میں بھی ہیں اور میڈیا میں بھی ہیں۔ گزشتہ دس پندرہ برسوں میں اس مخصوص گروہ نے جن محاذوں پر بہت زیادہ محنت کی ان میں ایک محاذ اپنے ایجنڈے کی تبلیغ کرنے والے ماہرین پیدا کرنا بھی ہے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ پورے ملک میں کئی سو نیوز چینل ہیں اور تقریباً تمام چینلوں پر پرائم ٹائم میں کسی نہ کسی اہم مسئلے پر پینل ڈسکشن یا اجتماعی مباحثہ ہوتا ہے۔ ان مباحثوں میں اگر کوئی فریق بہت زیادہ تیاریوں کے ساتھ آتا ہے تو وہ وہی ہے جو مرکز میں برسر اقتدار ہے۔ آج جو نئے ترجمان پیدا ہو گئے ہیں ان کو ذہنی طور پر اس طرح تیار کر دیا گیا ہے کہ ایک پرانی اور تاریخی سیاسی جماعت کے پاس بھی ان کے دلائل کو رد کرنے والے لوگ موجود نہیں ہیں۔ اس معاملے میں اینکر کا رول بھی بہت اہم ہے۔ وہ چونکہ اس حلقے کے زیر اثر ہے اس لیے وہ اس کے پینلسٹ کے لیے ماحول سازگار کرتا رہتا ہے اور بوقت ضرورت آن کیمرہ ان کی مدد بھی کرتا ہے۔

آج میڈیا کے پاس دو عینکیں ہیں۔ ایک عینک سے وہ مسلمانوں کو دیکھتا ہے اور دوسرے سے باقی دنیا کو۔ پہلی عینک سے پوری دنیا کا مسلمان دہشت گرد، ملک دشمن اور تخریب پسند نظر آتا ہے اور وہ اسی عینک سے مسلمانوں کو دیکھنا پسند بھی کرتا ہے۔ ٹی وی چینلوں کے بیشتر اینکر اسی چشمے کو پہنے ہوئے ہیں اور اسی سے وہ مسلمانوں کو دیکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر مالیگاؤں بم دھماکوں کے بعد ایک نیوز چینل پر ڈسکشن چل رہا تھا۔ اینکر بار بار یہ کہہ رہا تھا کہ وہ

جو سوال پوچھ رہا ہے وہ کسی نظریے کا چشمہ لگائے بغیر پوچھ رہا ہے مگر اس کا ہر سوال مسلم مخالف تھا۔ بالآخر مباحثے میں شریک جاوید اختر اور تیستا سیتلواڈ کو اسے ڈانٹنا پڑا۔ یہ کہنا پڑا کہ تم اپنے سوالات کا زاویہ ٹھیک کرو، تمہارا ہر سوال فرقہ پرست ہے۔ یہ کسی ایک چینل کی کہانی نہیں ہے بلکہ بیشتر چینلوں پر ایسا ہی ہو رہا ہے۔

مسلم مسائل کے تعلق سے نیشنل میڈیا کے رول کو سمجھنے کے لیے اس کو دو خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک عام حالات میں میڈیا کا رول اور دوسرا مخصوص حالات میں میڈیا کا رول۔ عام حالات میں عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ نیشنل میڈیا مسلم مسائل کو نظر انداز کرنے کی افسوسناک روش پر گامزن رہتا ہے۔ وہ مسلم مسائل کو سرے سے اٹھاتا ہی نہیں اور اگر بوجوہ اٹھاتا بھی ہے تو عامیانہ، سطحی اور منفی انداز میں۔ یہ پہلو افسوسناک بھی ہے اور تکلیف دہ بھی کہ وہ ایسے معاملات میں انتہا پسندانہ رویہ اختیار کرتا ہے۔ وہ یہ مان کر چلتا ہے کہ مسلمانوں کی سرگرمیاں، خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی ملک اور قوم دشمن ہوتی ہیں اور مسلمان، ان کے تعلیمی ادارے اور عبادت گاہیں قومی سلامتی کے لیے شدید خطرہ ہیں۔ اس ملک میں جب بھی کوئی واقعہ ہوتا ہے اور اس میں مسلمان ملوث ہوتے ہیں، خواہ وہ نام کے ہی مسلمان کیوں نہ ہوں، تو اس کے ڈانڈے قوم دشمن سرگرمیوں سے ملانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کسی بھی واقعہ کو اسی حوالے سے نمایاں کیا جاتا ہے اور اسی کے تناظر میں اس کو پرکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہی عینک لگا کر مسلمانوں کا چہرہ پڑھا جاتا ہے اور ان کے بارے میں رائے قائم کی جاتی ہے۔ اسی عینک سے مسلمان یا تو آئی ایس آئی، لشکر طیبہ، جیش محمد اور حزب المجاہدین کے ایجنٹ اور دہشت گرد نظر آتے ہیں یا پھر اسمگلر، مجرم اور قانون شکن دکھائی دیتے ہیں۔ خاص مواقع پر نیشنل میڈیا کی عصبیت اور کھل کر سامنے آجاتی ہے اور اس کے مسلم دشمن چہرے کے خدوخال اور نین نقش زیادہ واضح ہو جاتے ہیں۔

میڈیا کی اس ذہنیت کو مزید سمجھنا ہو تو فسادات کے دوران اس کی رپورٹنگ ملاحظہ فرمائیں۔ فسادات میں میڈیا دو قسم کے رول ادا کرتا ہے۔ ایک فساد سے قبل فساد کی فضا سازگار کرنے کا اور دوسرا فساد شروع ہونے کے بعد جانبدارانہ رپورٹنگ کا اور اپنی رپورٹنگ سے فسادات کو ہوا دینے کا۔ کسی بھی شہر میں جب فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوتی ہے تو میڈیا اس میں نمک مرچ لگا کر پیش کرتا ہے اور اس کی رپورٹنگ سے بعض اوقات حالات اور بھی دھماکہ خیز ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ اخبارات بالخصوص ہندی اخبارات کا پابندی کے ساتھ مطالعہ کرتے ہیں وہ فسادات کے دنوں میں یہ بات نوٹ کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جیسے بیشتر اخبار اخبار نہیں ایک مخصوص تنظیم کے پمفلٹ اور بھونپو ہوں۔ منفی صحافت کا خوب مظاہرہ اس وقت ہوتا ہے جب شہر میں کرفیو لگ جائے۔ اس وقت بیشتر صحافی صرف اپنے فرقہ کے نمائندے بن جاتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر ان کی تمام تر ہمدردیاں مظلوموں اور فساد زدگان کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے فرقہ کے ساتھ ہو جاتی ہیں۔ ان کے نزدیک عموماً دوسرا فرقہ فسادی ہوتا ہے، ظالم و جابر ہوتا ہے، بلوائی ہوتا ہے اور فساد کا اصل ذمہ دار ہوتا ہے۔ جبکہ ان کے فرقہ

کے لوگ مظلوم و مجبور اور مقہور ہوتے ہیں۔ ہندی اور انگریزی اخبارات کی رپورٹنگ سے فسادات زیادہ بھڑکتے ہیں۔ یہ صورت حال پرنٹ میڈیا میں بھی ہے اور الیکٹرانک میڈیا میں بھی۔

آپ اس بات سے واقف ہوں گے کہ کس طرح ہندوؤں کے ایک طبقے کو مسلمانوں کے خلاف ورغلانے کے لیے بعض ہندو لڑکیوں کی مسلم نوجوانوں سے شادی کو ’لو جہاد‘ کا نام دیا گیا اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا۔ بالخصوص انتخابات میں اس کا زور شور سے پرچار کیا جاتا رہا ہے۔ یہاں تک دروغ گوئی کی گئی کہ ایک سازش کے تحت خلیج سے پیسے آتے ہیں اور ہندو لڑکیوں کو محبت کے جال میں پھانس کر ان سے شادی کرنے اور پھر ان کا مذہب تبدیل کرانے کے لیے ایک ایک مسلم نوجوان کو دس دس لاکھ روپے دیے جاتے ہیں۔ جب کیرالہ کی ایک ۲۴ سالہ طالبہ اکھیلا نے اسلام کا مطالعہ کیا اور پھر قبول اسلام کرنے کے بعد اپنا نام ہادیہ رکھا اور ایک مسلم نوجوان شافعین جہاں سے شادی کی تو لو جہاد کے پروپیگنڈے کی دھار تیز ہوگئی۔ چونکہ اس قسم کے واقعات کیرالہ میں زیادہ ہوئے تھے اس لیے سپریم کورٹ کے حکم پر این آئی اے نے ۸۹ بین مذاہب شادیوں کی ایک فہرست بنائی اور ان میں سے گیارہ کی تحقیقات کی تو اسے لو جہاد کا کوئی ثبوت ہی نہیں ملا۔ این آئی اے کے مطابق کیرالہ میں تبدیلی مذہب جرم نہیں ہے اور جن مردوں یا عورتوں نے تبدیلی مذہب کی وہ آئین کے دائرے میں کی۔ ان گیارہ میں سے کم از کم چار شادیوں میں ہندو مردوں نے اسلام قبول کیا۔ باقی معاملات میں ہندو عورتوں نے مسلمانوں سے شادی کی لیکن انھوں نے مذہب نہیں بدلا۔ ایسے میں میڈیا پر یہ ذمہ داری عاید ہوتی ہے کہ وہ ان خبروں کو بھی اسی طرح پیش کرے جس طرح اس نے نام نہاد لو جہاد کو پیش کیا تھا یا ہادیہ کی شادی کو ایک جبریہ شادی بنا کر پیش کیا تھا، لیکن الیکٹرانک میڈیا نے اس خبر کو پی لیا اور ہضم بھی کر لیا۔ کیا میڈیا کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ جب اس نے نام نہاد لو جہاد کی مبالغہ آمیز کوریج کی تو اس کا فالو اپ بھی کرتا اور این آئی اے کے اہلکاروں سے رابطہ قائم کر کے حقیقت حال کا پتہ لگاتا۔

یہی صورت حال ماب لنچنگ میں بھی نظر آئی۔ گائے لے جاتے ہوئے جب کسی مسلمان کو ایک مشتعل بھیڑ نے پیٹ پیٹ کر ہلاک کر دیا تو حملہ آوروں کو بچانے کی کوشش میں مسلمان کو ہی گائے کا اسمگلر بتایا جانے لگا۔ متعدد واقعات میں یہی ہوا اور تمام مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے والے قصائی کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔

یہ بات درست ہے کہ نیشنل میڈیا کے بیشتر صحافی اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں انتہائی خطرناک رپورٹنگ کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات بھی بہت حد تک درست ہے کہ بہت سے ہندی اور انگریزی کے صحافی اسلام اور مسلمانوں سے متعلق بہت سی باتوں اور مسائل سے لاعلم رہتے ہیں۔ وہ سنی سنائی باتوں کو یا افواہوں کو حقیقت سمجھتے ہیں اور انہی کی بنیاد پر اپنی رپورٹیں تیار کرتے ہیں۔ لہٰذا اس بات کی ضرورت ہے کہ ایسے لوگوں کی شناخت کی جائے اور جب مسلمانوں اور اسلام سے متعلق کوئی تنازعہ اٹھے تو انھیں حقیقی صورت حال بتائی جائے اور ان کے ذہنوں سے

لاعلمی کے غبار صاف کیے جائیں۔ اس بارے میں ہم مسلم علما اور مثبت فکر کے حامل دانشوروں کی خدمات حاصل کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر فتویٰ اور جہاد کا معاملہ ہے۔ وہ ہر مسلم مذہبی شخص کی جانب سے یا کسی امام کی جانب سے دیے جانے والے بیان کو فتویٰ قرار دے دیتے ہیں اور اسی طرح جہاد کے حقیقی مفہوم سے بھی وہ واقف نہیں۔ انھیں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اسلام میں اصل جہاد کسے کہتے ہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مسلمان اپنے بارے میں یا اسلام کے بارے میں لوگوں کو بتا نہیں پاتے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس بارے میں بھی میڈیا کو باخبر کریں۔

یہ بات بھی غلط نہیں ہے کہ ایسے بہت سے صحافی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اب بھی موجود ہیں جو حقیقی صحافت سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ جو ایشوز پر بات کرتے ہیں۔ کرنسی کی چمک دمک سے جن کی آنکھیں خیرہ نہیں ہوتیں یا جو مختلف قسم کی آسائشوں اور سہولتوں کے عوض اپنے ضمیر کا سودا نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو حقیقی مسلم ایشوز سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ جو جانبداری سے کام نہیں لیتے۔ جو میڈیا میں رہ کر ہمارا کام کرتے ہیں۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ میڈیا کا ایک بہت بڑا طبقہ متعصب ہے اور مسلمانوں کی امیج خراب کرنا چاہتا ہے۔ وہ میڈیا کے اندر رہ کر ہمارا مقدمہ لڑتے ہیں۔ ہمیں ایسے لوگوں کی تلاش کرنے اور ان کے ساتھ روابط قائم کر کے ان سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کی سب سے زیادہ اہمیت ہے کہ میڈیا اب خبریں دیتا نہیں بلکہ بیچتا ہے۔ جو خبر اپنے دامن میں بکنے کے جتنے زیادہ امکانات رکھتی ہے، وہ اس کو اتنا ہی زیادہ ہائی لائٹ کرتا ہے۔

جہاں تک اپنی بات دنیا کے سامنے رکھنے کا معاملہ ہے تو اس کے لیے بھی میڈیا ہی سب سے موثر اور کارگر ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کسی بھی طرح میڈیا کو اپنے حق میں ہموار کریں۔ اگر ہم نے اس کا اعتماد جیت لیا یا اسے کم از کم اس حد تک نرم کر لیا کہ وہ ہمارے موقف سے دلچسپی لے اور اس کو اپنی رپورٹوں کے ذریعے دنیا کے سامنے پیش کرے تو ہمارا کام آسان بھی ہو جائے گا اور ہم اپنے مقصد میں بہت حد تک کامیاب بھی ہو جائیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ میڈیا اداروں اور میڈیا نمائندوں کے ساتھ روابط بڑھانے اور ان سے اپنے رشتے استوار کرنے کے کیا کیا طریقے ہو سکتے ہیں۔

اس کے لیے پروفیشنل انداز میں سوچنے اور کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ میڈیا مسلمانوں کے سلسلے میں مثبت انداز فکر اپنائے تو اِس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اُس کے قریب جائیں اور اسے اپنا قریبی بنائیں۔ اس کام کے لیے پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہمارے یعنی مسلم اداروں میں ایک میڈیا سیل ہو جس میں کئی افراد پر مشتمل ایک ٹیم ہو جس کے پاس تمام میڈیا اداروں کے بارے میں معلومات ہوں۔ ان کے دفاتر کے پتے، فون نمبر، ای میل آئی ڈی، میڈیا ہیڈ، نیوز ایڈیٹر، اینکر، رپورٹر اور کیمرہ مین وغیرہ کے ناموں اور کنٹیکٹ نمبروں کی پوری فہرست ہو۔ گویا ایک میڈیا ڈائرکٹری بنانے کی ضرورت ہے اور ممکن ہو تو اسے چھپوایا بھی جائے۔ ہمارے پاس جو ٹیم ہو اس کے الگ الگ ارکان کے ذمہ الگ الگ

کام دیے جائیں۔مثال کے طور پر کوئی میڈیا ہیڈ کے رابطے میں رہے۔کوئی رپورٹروں کے،کوئی اینکروں کے اور کوئی کیمرہ مینوں کے۔ اور یہ تمام کام مربوط انداز میں ہونے چاہئیں۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلومات رکھی جائیں کہ کس ایشو کو بالخصوص مسلمانوں کے معاملات کو کس ادارے کا کون سا رپورٹر کور کرتا ہے۔

یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ان تمام افراد سے ہم بوقت ضرورت ہی رابطہ قائم کریں۔ بوقت ضرورت تو ہمیں رابطہ کرنا ہی ہے۔اس کے علاوہ بھی اور کبھی کبھی بلاضرورت بھی ان سے رابطہ رکھنا چاہیے تا کہ ان سے ہمارے اچھے تعلقات قائم ہوں۔مختلف مواقع پر جیسے مسلمانوں اور ہندوؤں کے تہواروں پر انھیں یاد رکھا جائے۔اگر ان کا کوئی تہوار ہے تو اخلاقی تقاضے کے تحت انھیں فون کر کے یا ای میل کے ذریعے مبارکباد پیش کی جائے۔اپنے تہواروں پر بھی انھیں یاد رکھا جائے اور ممکن ہو تو کسی بہانے سے کوئی تقریب منعقد کی جائے اور اس میں ان کو مدعو کیا جائے۔یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم ہمیشہ صرف خبروں کے لیے یا کوریج کے لیے ہی انھیں بلائیں۔ انھیں دوسرے مواقع پر بھی بلائیں اور یہ بات ان کے گوش گزار کریں کہ یہ تقریب صرف ملنے ملانے کے لیے ہے کوریج کے لیے نہیں۔حالانکہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم اس میں ہمیشہ کامیاب ہی ہوں۔ایک بڑے صحافی کا قول ہے کہ صحافی بہت تن آسان ہوتا ہے۔اگر وہ حقیقی اور جینوین صحافی ہے تو صرف کوریج کے لیے ہی گھر سے باہر قدم نکالنا چاہے گا۔لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ اگر کسی دوسرے کام سے باہر نکلا ہوا ہے تو اس کی صحافتی نگاہ ہر معاملے میں کوئی نہ کوئی نکتہ تلاش کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔کبھی کبھی بلاضرورت اور بلاوجہ بھی کوئی اسٹوری مل جاتی ہے۔(پرنے رائے کی سنینا کی کہانی کی مثال)۔اس لیے ضروری ہے کہ ان سے دوستانہ مراسم قائم کیے جائیں اور انھیں اس کا بھی لالچ دیا جائے کہ آپ آئیں گے تو ممکن ہے کہ آپ کو کوئی اسٹوری مل جائے۔ رپورٹروں کو مطمئن کرنے کے لیے انھیں تحائف بھی دیے جا سکتے ہیں۔لیکن یہ معاملہ ذرا نازک ہے۔اس سلسلے میں بہت سوچ سمجھ کر اور محتاط ہو کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔مختلف بزنس ادارے عید ملن، ہولی ملن اور دوسرے پروگراموں کے بہانے میڈیا نمائندوں کو مدعو کرتے ہیں۔انھیں مختلف ذرائع سے خوش کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔اس روش کو اپنایا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ غیر مسلم صحافی ہمارے معاملات پر توجہ نہیں دیتے لہٰذا وہ ہماری بات کیوں سنیں گے۔ یہ بات درست ہو سکتی ہے۔اس لیے سب سے پہلے ہمیں ان اداروں میں مسلم صحافیوں اور کارکنوں کی تلاش کرنی چاہیے۔اس میں اگر ہمیں کامیابی مل جائے اور اسلامی ذہن رکھنے والے لوگ مل جائیں تو کیا کہنے۔ان سے ہمارا کام آسان ہو سکتا ہے۔ ہم ان کی مدد سے دوسروں تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس وقت بعض انگریزی اور ہندی اخباروں میں باصلاحیت اور قابل اور ملی درد رکھنے والے مسلم صحافی موجود ہیں۔ان کی موجودگی کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ان اخباروں میں مسلمانوں سے متعلق بہت ہی مثبت رپورٹیں شائع ہوتی ہیں۔اسی طرح نیوز چینلوں میں

حالیہ دنوں میں بہت سے مسلمان آئے ہیں۔ان سے روابط قائم کرنے چاہئیں۔ (منے بھارتی۔ شاہین باغ۔ تین دادیوں کی مثال)۔

اگر کسی معاملے پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ میڈیا میں ردعمل ظاہر کرنے کی ضرورت ہے تو ضرور کرنا چاہیے۔لیکن ردعمل ٹو دی پوائنٹ ہو۔لفاظی سے گریز کیا جائے۔ اخباروں میں اگر کوئی بیان دینا ہے تو وہ بس چند سطور پر مشتمل ہو اور اسی میں ساری ضروری باتیں آجانی چاہئیں۔لمبی لمبی تقریروں کو پڑھنے یا ان میں سے خبر نکالنے کا وقت نہ پرنٹ میڈیا کے پاس ہے اور نہ ہی الیکٹرانک میڈیا کے پاس۔اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ ہم جس اخبار کے لیے کوئی ردعمل تیار کریں تو وہ اسی زبان میں ہو جس میں وہ اخبار چھپتا ہے۔ اخباروں کے مدیروں کے نام خطوط یعنی لیٹر ٹو دی ایڈیٹر بھی لکھے جانے چاہئیں۔ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ بہت سے لوگ جب دیکھتے ہیں کہ ان کا خط شائع نہیں ہوا تو وہ بددل ہو جاتے ہیں اور خطوط ارسال کرنا بند کر دیتے ہیں۔ہمیں بددل ہونے کی ضرورت نہیں۔ہمیں بار بار خطوط لکھنے چاہئیں۔اس تعلق سے کاروباری اشتہارات کی پالیسی پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ اخبار یا ٹی وی پر بار بار کوئی اشتہار دیکھنے سے وہ ذہن پر نقش ہو جاتا ہے اور صارف کو جب اس چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کا ذہن فوراً متعلقہ اشتہار پر چلا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ہم مسلسل خطوط لکھتے رہے تو کبھی تو ایڈیٹر یا نیوز ایڈیٹر یا شفٹ انچارج یا متعلقہ شخص اس پر نظر ڈالے گا۔ وہ یہ بات محسوس کیے بغیر نہیں رہے گا کہ فلاں معاملے پر یا فلاں شخص کے ذریعے بار بار کوئی چیز آتی ہے ذرا اسے دیکھنا چاہیے۔ یا وہ اپنے کسی ماتحت سے کہہ سکتا ہے کہ ذرا دیکھنا یہ کیا ہے، یہ بار بار کیوں لکھ رہے ہیں، ان سے ملو یا ان سے رابطہ کر کے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

ہمارے پاس ایک ایسی ٹیم ہونی چاہیے جو مختلف مسائل کے ماہرین پر مشتمل ہو۔اس کی بھی ایک ڈائرکٹری ہو۔ہمیں چاہیے کہ ہم اس ڈائرکٹری کو میڈیا اداروں تک پہنچائیں اور ان سے گزارش کریں کہ اس میں مختلف ایشوز پر بولنے اور ردعمل ظاہر کرنے والوں کے نام مع ان کے پتے اور کنٹیکٹ نمبر اور ای میل آئی ڈی موجود ہیں، آپ بوقت ضرورت ان سے رابط قائم کر سکتے ہیں۔ جو ڈائرکٹری بنائی جائے اس میں ہر ایکسپرٹ کے نام کے آگے اس کے خاص میدان کا اندراج بھی ہو۔ تاکہ اگر کوئی اینکر یا رپورٹر کسی موضوع پر مسلمانوں کا کوئی ردعمل معلوم کرنا چاہے تو وہ اس ڈائرکٹری سے فائدہ اٹھا سکے۔ ہمارے جو ایکسپرٹ ہوں وہ بھی ہمیشہ اس کے لیے تیار رہیں کہ انھیں کسی بھی وقت کسی بھی میڈیا ہاوس میں جا کر اپنی رائے دینی ہے یا کسی مباحثے میں حصہ لینا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی معقول ایکسپرٹ نہیں ملتا تو دوسرا پوائنٹ آف ویو رکھنے کے لیے پروڈیوسر حضرات کسی کو بھی بلا کر بٹھا لیتے ہیں اور ان سے ایسے سوالات کیے جاتے ہیں جن کے جواب ان کے پاس نہیں ہوتے۔ اس طرح مسلمانوں کا کیس مضحکہ خیز شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اگر ہمارے پاس ایکسپرٹ کی ٹیم ہو تو اس سبکی سے بچا جا سکتا ہے۔

اخبار یا ٹی وی یا ریڈیو سب کی اپنی جگہ پر اپنی اپنی

اہمیت ہے۔کسی کی زیادہ تو کسی کی کم۔لہٰذا ان سب پر توجہ دینے ضرورت ہے۔اس تعلق سے یہ بات بڑی اہم ہے کہ ہمیں اپنی ساری توجہ صرف نیشنل میڈیا پر ہی مرکوز نہیں کرنی چاہیے۔مقامی میڈیا اور مقامی اخبارات یا مقامی زبانوں کے پریس کی کچھ کم اہمیت نہیں ہے۔ چھوٹے چھوٹے اخبارات نازک مواقع پر بڑے بڑے رول ادا کر جاتے۔

گجرات فسادات کے دوران اگر کئی گجراتی اخباروں نے اشتعال انگیز رپورٹنگ کی تھی تو کئی اخباروں نے حقائق کو سامنے رکھنے میں اہم رول ادا کیا تھا۔اسی طرح بابری مسجد انہدام کے موقع پر فیض آباد اور لکھنؤ کے بعض چھوٹے اور گمنام اخباروں نے بھی بڑی مبنی بر انصاف رپورٹنگ کی تھی۔بہرحال جہاں میڈیا کو مسلمانوں کے بارے میں اپنا رویہ تبدیل کرنے کی ضرورت ہے وہیں مسلمانوں کو بھی میڈیا کے تعلق سے اپنی سوچ بدلنی چاہیے۔

اب چند باتیں طلبائے مدارس کے حوالے سے:

ابھی جو تجزیہ پیش کیا گیا اس کی روشنی میں آپ یہ بات سمجھ گئے ہوں گے کہ میڈیا کی کتنی اہمیت ہے۔لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ مدارس و اہل مدارس بھی اس جانب اپنی توجہ مبذول کریں۔ایک سبجکٹ میڈیا کا بھی ہونا چاہیے۔اس کے لیے بھی اساتذہ رکھے جانے چاہئیں اور ان کو معقول مشاہرہ دیا جانا چاہیے۔اس کے علاوہ پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا سے وابستہ صحافیوں کو موقع بہ موقع مدعو کیا جانا چاہیے اور ان سے اس موضوع پر لیکچر دلوائے جانے چاہئیں۔طلبائے مدارس کے درمیان سے ایک ایسی کھیپ نکلنی چاہیے جو میڈیا میں جانے کی صلاحیت رکھتی ہو اور جو صرف اردو اور عربی سے ہی واقف نہ ہو بلکہ انگریزی اور ہندی میں بھی لکھنے اور بولنے کی مہارت رکھتی ہو۔مختلف یونیورسٹیوں اور کالجوں میں میڈیا کی تعلیم دی جاتی ہے اور ڈپلومہ و ڈگری کورسز کرائے جاتے ہیں۔فارغین مدارس کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر اتنی صلاحیت پیدا کریں کہ وہ ان میں داخلہ لے سکیں۔اگر وہ ڈپلومہ یا ڈگری لے کر نکلتے ہیں تو یقیناً انھیں میڈیا ہاؤسز میں کام کرنے کے مواقع ملیں گے۔ اگر ایسا ہو تو یہ بڑی مفید بات ہوگی۔

حالیہ برسوں میں فارغین مدارس کی بڑی تعداد میڈیا میں داخل ہوئی ہے۔لیکن اردو میڈیا میں جانے والوں کی تعداد زیادہ ہے، ہندی اور انگریزی میں جانے والوں کی تعداد کم ہے۔جبکہ اس کے برعکس ہونا چاہیے۔ہم لوگ جو اردو والے ہیں اردو میں لکھتے ہیں اور خود ہی پڑھتے ہیں۔ضرورت برادران وطن کو پڑھانے کی ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ فارغین مدارس انگریزی اور ہندی میں لکھنے کی اچھی استعداد پیدا کریں۔اس سلسلے میں انگریزی اور ہندی کے صحافیوں کی حدمات حاصل کریں۔اگر وہ نہ ملیں تو انگریزی داں حضرات سے رابطہ قائم کریں اور کسی کو اپنا استاد بنائیں۔آپ جانتے ہیں کہ استادی شاگردی کے بغیر کوئی کام نہیں چل سکتا۔ جب ہم لوگوں نے صحافت کے میدان میں قدم رکھا تھا تو استادی شاگردی کی بڑی مستحکم روایت موجود تھی۔لیکن کمپیوٹر کی آمد نے صحافت میں اس روایت کو کمزور کیا ہے۔آج اردو اخباروں میں کوئی استاد نہیں ہوتا۔(اخبار نو اور قومی آواز کی اپنی مثال)۔

میں یہ بات پھر دہراؤں گا کہ میڈیا میں جانے کے

لیے ضروری ہے کہ آپ تین چار زبانیں جانیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کو ان تمام زبانوں میں سے کسی میں بھی کام کرنے کے مواقع مل جائیں گے۔ آپ لوگ عربی داں تو ہیں ہی، اردو اور انگریزی داں بھی بنیں۔ ترجمہ نگاری کا کام خوب کرنا چاہیے۔ آپ عربی سے اردو میں تو ترجمہ کرتے ہی ہوں گے۔ اس میدان میں آپ کے کرنے کا کام یہ ہے کہ آپ عربی اخباروں کا مطالعہ کریں اور ان کی اہم خبروں اور مضامین کا ترجمہ کریں۔ یہ چیزیں مختلف اخباروں میں شائع ہوسکتی ہیں۔ اسی طرح ہندی اور انگریزی اخباروں کے مطالعے کو بھی اپنی روزمرہ کی مصروفیت میں شامل کرلیں۔ ترجمے کے دوران جس لفظ کا مطلب معلوم نہ ہو اس کو یا تو لغت میں دیکھ لیں یا اپنے کسی ساتھی سے پوچھ لیں۔ لغت میں دیکھیں تو اس کے اوپر نیچے کے بھی دو چار الفاظ دیکھ لیں اور ان کے معنی ذہن نشین کرلیں۔ ساتھیوں سے پوچھنے میں کسی جھجک کا مظاہرہ نہ کریں۔

آجکل گوگل ترجمے کا بڑا زور ہے۔ آپ اس پر بالکل انحصار نہ کریں۔ انگریزی سے ہندی میں گوگل ترجمہ تو کسی حد تک درست ہوتا ہے حالانکہ اس میں بھی بڑی خامیاں ہوتی ہیں۔ لیکن انگریزی سے اردو ترجمہ تو اللہ کی پناہ۔ جانے کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر فلم اداکار امیتابھ بچن کو ''بگ بی'' بھی کہا جاتا ہے۔ ایک انگریزی خبر میں بگ بی استعمال ہوا تھا۔ مترجم نے گوگل صاحب کی خدمات حاصل کیں اور گوگل نے بگ بی کو بڑی بی بنا دیا۔ لہٰذا آپ اس پر بالکل انحصار نہ کریں۔ اس سے جتنا دور رہیں اتنا ہی اچھا۔ ورنہ آپ کی زبان خراب ہو جائے گی۔

اگر آپ نے صحافت کو اپنے پیشے کے طور پر اختیار کر لیا ہے تو اس کے تئیں ایمانداری برتیں۔ کچھ لوگ بہت جلد بہت بڑے صحافی بن جانا چاہتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ بڑے صحافی یوں ہی نہیں بن جاتے۔ اردو صحافت میں مولانا آزاد سے بڑا کوئی صحافی نہیں گزرا۔ لیکن انھوں نے بھی الہلال نکالنے سے قبل چھ سال تک اس پر غور وخوض کیا تھا اور کم از کم نصف درجن اخباروں میں کام کیا تھا اور کئی چھوٹے موٹے اخبارات بھی نکالے تھے۔ جب میں نے صحافت میں قدم رکھا تو اس سے قبل دو تین سال تک میری رپورٹیں اپنے زمانے کے مقبول ہفت روزہ اخبار نو میں شائع ہوتی رہیں۔ میں نے بھی خود کو صحافت کا طرم خاں سمجھ لیا تھا۔ لیکن جب میں دہلی پہنچا اور میں نے اخبار نو کے دفتر میں کام شروع کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا، بالکل صفر ہوں۔ اس کے بعد جب روزنامہ قومی آواز میں پہنچا تو خود کو اور بھی نابلد سمجھنے لگا۔ کیونکہ ہفت روزہ اور روزنامہ صحافت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہفت روزہ صحافت میں جذبات نگاری سے زیادہ کام لیا جاتا ہے جبکہ روزنامہ صحافت میں معروضی انداز میں کام کرنا ہوتا ہے۔

اخباروں میں عملی تجربہ مضامین کی اشاعت سے بالکل مختلف ہے۔ اور یہ بھی سن لیجیے کہ مجھے کسی اچھے اخبار میں کام کرکے کسی لائق بننے میں کم از کم دس سال لگے تھے۔ دس سال تک میں نے Strugle کیا یعنی جدوجہد کے دور سے گزرا، تب کہیں جا کر صحافی بن سکا۔ (حالانکہ اب بھی کسی لائق نہیں ہوں)۔ آپ لوگوں نے مولانا ماہر القادری کا نام

سنا ہوگا۔ انھوں نے فاران نامی ایک مذہبی ماہنامے کا اجرا کر کے بڑا نام کمایا تھا۔ انھیں بھی صحافت کا بڑا شوق تھا۔ ان کے مضامین اپنے دور کے ایک بڑے اور مقبول عام اخبار ''مدینہ'' میں شائع ہوتے تھے۔ ان کی بھی خواہش تھی کہ وہ مدینہ جیسے اخبار میں کام کریں۔ انھوں نے درخواست دی۔ انھیں بلایا گیا اور ایک مضمون کا ترجمہ کرنے کو دیا گیا۔ وہ رات بھر لے کے بیٹھے رہے۔ جو ترجمہ کیا وہ بھی انتہائی ناقص تھا۔ وہ بہت بددل ہوئے اور مدینہ چھوڑ کر واپس چلے جانے کے بارے میں سوچنے لگے۔ لیکن ایڈیٹر صاحب نے ان کو سمجھایا اور پھر انھوں نے محنت ومشقت سے کام لیا اور ایک بڑے صحافی بنے۔ آپ لوگوں نے خشونت سنگھ کا نام بھی ضرور سنا ہوگا۔ وہ انگریزی کے بہت بڑے صحافی اور کالم نگار تھے۔ تقریباً سو سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ انھوں نے اپنی خودنوشت میں لکھا ہے کہ اواخر عمر میں بھی وہ اپنا کالم کم از کم چھ مرتبہ پڑھتے تھے تب کہیں جا کر اخبار میں چھپنے کے لیے بھیجتے تھے۔ میں بھی اپنا کوئی بھی مضمون کم از کم آٹھ مرتبہ ضرور پڑھتا ہوں اس کے بعد ہی بغرض اشاعت بھیجتا ہوں۔

جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ حالیہ برسوں میں فارغین مدارس کی بڑی تعداد اردو صحافت میں داخل ہوئی ہے۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ بہت سے فارغین مدارس بھی اچھی اردو نہیں لکھ پاتے۔ اچھی اردو جاننے اور لکھنے کے لیے فارسی زبان کی شد بد ضروری ہے۔ اگر آپ فارسی سے نابلد ہیں تو اچھی اردو نہیں لکھ سکتے۔ میں نے فارسی نہیں پڑھی ہے۔ بس گلستاں بوستاں کی تعلیم حاصل کی ہے۔ لیکن میں کوشش کرتا ہوں کہ فارسی کے الفاظ سیکھ سکوں اور ان سے استفادہ کرسکوں۔

اگر آپ کوچۂ صحافت میں قدم رکھیں تو مثبت صحافت کریں۔ یاد رکھیں قلم بہت محترم ہوتا ہے۔ وہ بڑا نازک ہوتا ہے۔ اس کو بڑا وقار حاصل ہے۔ آپ اس کا احترام کریں اور اس کے وقار کو ملیامیٹ نہ ہونے دیں۔ جس ہاتھ میں قلم ہوتا ہے، قلم اس سے بہت کچھ تقاضے کرتا ہے۔ آپ کو اس کے تقاضے کا احترام کرنا ہوگا۔ بہت سے صحافی حضرات اہل ثروت کو بلیک میل کرتے ہیں اور ان کے خلاف جھوٹی سچی باتیں لکھ کر مالی مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ خبردار! آپ ایسا ہرگز نہ کریں۔ اپنے قلم کو ان آلائشوں سے پاک رکھیں۔ اگر کام کے دوران یا اس کے بعد کسی نے اپ کی کسی رپورٹ یا کسی مضمون میں کسی خامی کی نشاندہی کی تو آپ ہرگز برا نہ مانیں۔ اس کو اپنا دشمن سمجھنے کے بجائے اپنا دوست اور خیر خواہ سمجھیں۔ کیونکہ اگر اس نے آپ کی کسی خامی کی نشاندہی نہ کی ہوتی تو آپ یہ جان ہی نہیں پاتے کہ آپ کون سی غلطی کرتے چلے آرہے تھے۔

اگر آپ کے ذمہ خبر سازی کا کام ہے تو یہ جاننا بے حد ضروری ہے کہ خبر کیسے بنائی جاتی ہے۔ خبر سازی میں ''الٹا اہرام'' کو ذہن میں رکھنا ہوتا ہے۔ اہرام میں بنیاد چوڑی ہوتی ہے اور اوپری حصہ پتلا ہوتا چلا جاتا ہے۔ آپ کو بنیاد سے آگے نہیں بڑھنا ہے بلکہ سب سے پہلے اوپری سرے پر پہنچنا ہے۔ میں اسے مثال کے طور پر سمجھاتا ہوں۔ اگر کہیں کوئی پروگرام ہورہا ہے اور اس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ پھر کچھ چھوٹے لوگوں نے تقریریں کیں اور آخر میں

صدر اجلاس نے یا جو سب سے اہم شخص ہے وہ، یا مہمان خصوصی نے خطاب کیا۔ ہمیں وہیں سے اپنا آغاز کرنا ہے۔ یعنی مہمان خصوصی یا صدر جلسہ کے خطاب سے خبر شروع کرنی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ نیچے آنا ہے۔ یعنی سب سے اہم شخص سب سے اوپر اور غیر اہم شخص نیچے۔ خبر کی ہیڈنگ یا سرخی میں بھی یہی التزام کرنا ہے۔ یعنی سب سے اہم شخص نے جو بات کہی ہے اس میں سے سرخی نکالنی ہے۔ اور اگر کسی ایک موضوع پر کئی افراد نے تقریریں کی ہیں تو آپ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ ان تمام کی تقریروں کا جو لب لباب ہے اس کو ہیڈنگ بنائیں۔ ایسے پروگراموں کی خبر سازی میں ایک انٹرو یا ابتدائیہ بنانا ہوتا ہے۔ انٹرو میں خلاصہ آجائے تو بہت اچھی بات ہے۔ اس کے بعد پھر اس خلاصے کی تشریح کریں۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ خبر خبر ہوتی ہے تقریر نہیں۔ اخباروں کے دفاتر میں بالخصوص مدارس کی جانب سے جو خبریں ارسال کی جاتی ہیں ان میں خبریت نہیں ہوتی، بلکہ وہ تقریر ہوتی ہے۔ تقریر بالکل نہیں ہونی چاہیے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ جو خبر جتنی بڑی ہے وہ اتنی ہی اہم ہے، جی نہیں۔ جو چھوٹی خبر ہے وہ زیادہ اہم ہے۔ خبروں میں لفاظی نہیں چل سکتی۔ خبر خبر ہوتی ہے ادب نہیں ہوتا۔ ادب میں آپ بھاری بھرکم الفاظ اور پرشکوہ جملوں کا استعمال کریں مگر خبر میں نہیں۔ خبر انتہائی آسان، عام فہم اور سادہ زبان میں ہونی چاہیے۔ مولانا محمد عثمان فارقلیط اپنے دور کے بڑے جید صحافی تھے۔ انھوں نے ہندوستان و پاکستان میں متعدد اخباروں میں کام کیا تھا۔ وہ جمعیۃ علمائے ہند کے اخبار ''الجمعیۃ'' کے آزادی کے بعد پچیس سال تک ایڈیٹر رہے۔ ان کے اداریے بڑی دلچسپی سے پڑھے جاتے تھے۔ کم تعلیم یافتہ اور عالم و فاضل سبھی پڑھتے تھے۔ لیکن ان کی زبان انتہائی سادہ ہوتی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ میں ایسی زبان لکھتا ہوں جو ایک رکشہ چلانے والا بھی سمجھ لے۔ اور اخبار میں یہی زبان ہونی چاہیے۔ اگر آپ اردو صحافت میں ہیں تو آپ کو اس کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ آسان زبان لکھنے کے ساتھ اردو کے مزاج کو بھی سامنے رکھیں۔ ہندی نیوز چینلوں کی زبان اردو میں نہیں چل سکتی۔ حالانکہ آجکل اردو صحافی بھی ہندی نیوز چینلوں کی زبان سے متاثر ہو گئے ہیں جو ٹھیک نہیں ہے۔

یہ محض چند مشورے ہیں ورنہ کہنے کو بہت سی باتیں ہیں۔ اگر آپ ان مشوروں پر عمل کریں تو ایک اچھے اور بڑے صحافی بن سکتے ہیں۔ میری دعا ہے اور خواہش بھی کہ آپ لوگوں میں بڑے صحافی پیدا ہوں جو اپنے دور کے مولانا آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا محمد عثمان فارقلیط، مولانا ظفر علی خاں، مولانا عبد المجید سالک اور مولانا غلام رسول مہر اور میڈیا میں جا کر چیلاپتی راؤ، خشونت سنگھ، کلدیپ نیر، پرنے رائے، راج دیپ سردیسائی اور رویش کمار بن کر ابھریں اور آسمان صحافت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکیں۔ (آمین)۔

●●●

بس نام ہی تو رکھنا ہے

عبیداللہ الکافی اکرم

رب العالمین نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے ناموں کی تعلیم دے کر اپنی یہ منشا ظاہر کر دی تھی کہ دنیا میں جو بھی چیز وجود میں آئے گی خواہ وہ انسان ہو یا حیوان، جاندار ہو یا بے جان، ہر چیز اپنے نام ہی کے ذریعہ پہچانی جائے گی۔

رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم- کی احادیث جو انسانی زندگی کے تمام افعال واعمال، اور اقوال واحوال پر محیط اور انسانی عظمت ومرتبت کی نقیب ہیں؛ جن میں شبہائے زندگی کی صالحانہ رہنمائی موجود ہے، نومولود بچوں کے اچھے، عمدہ اور بامعنی نام تجویز کرنے کے ساتھ ساتھ مہمل و بے معنی ناموں سے احتراز کرنے کی حسین رہنمائی بھی پائی جاتی ہے۔

یہی وجہ کہ جب ہم کتب احادیث پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم- نے اچھا نام رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"كل غلام مرتهن بعقيقته تذبح عنه يوم السابع ويحلق رأسه ويسمى"

ہر بچہ اپنے عقیقے کے بدلے میں گروی رہتا ہے؛ ساتویں دن اس کی طرف سے عقیقہ کا جانور ذبح کیا جائے، اس کے سر کے بال اتارے جائیں، نیز اس کا نام رکھا جائے۔سنن ابن ماجہ (۳۱۶۵) شیخ البانی- رحمہ اللہ- نے اس حدیث کو ارواء الغلیل (۱۱۶۵) میں صحیح کہا ہے۔

رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم- نے اللہ عزوجل کے نزدیک محبوب ترین ناموں کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:"

"إن أحب أسمائكم إلى الله عزوجل عبدالله وعبدالرحمن". صحیح مسلم (۲۱۳۲)

"اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ناموں کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

"تسموا بأسمائكم الأنبياء وأحب الأسماء إلى الله عبدالله وعبدالرحمن، وأصدقها حارث وهمام، وأقبحها حرب ومرة"

(سنن ابی داود (۴۹۵۰) شیخ البانی -رحمہ اللہ- نے "تسموا بأسماء الأنبياء" کو چھوڑ کر اس حدیث کو صحیح کہا ہے (سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (۹۰۴، ۱۰۱۴) ارواء الغلیل (۱۱۷۸)

اپنے ناموں کو انبیاء کرام- علیہم السلام- کے ناموں پر رکھا کرو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہ، عبدالرحمن سب سے پسندیدہ نام ہے، اور سب سے سچا نام حارث وہمام

ہے، جبکہ سب سے برے نام حرب ومرہ ہے۔

یہ امر مسلم ہے کہ اسم کا اثر مسمی پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں؛ جن میں رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم- نے غلط مفہوم اور معنی والے ناموں کو بدلنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق -رضی اللہ عنہ- نے اپنی بیٹی کا نام "عاصیہ" رکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدل کر "جمیلہ" رکھ دیا۔ صحیح مسلم (۲۱۳۹)

اسی طرح حضرت سعید بن مسیب -رحمہ اللہ- کے دادا کا نام "حزن" تھا تو آپ نے بدلنے کا مشورہ دیا، پر انہوں نے نہیں بدلا، جس کے بارے میں حضرت سعید بن مسیب -رحمہ اللہ- فرماتے ہیں:

"أن أباه جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: "ما اسمك؟" قال: حَزْن، قال: "أنت سهلٌ"، قال: لا أُغيِّر اسمًا سمانيه أبي، قال سعيد بن المسيِّب: "فمازالت الحزونة فينا بعد". صحيح البخاري (٦١٩٠)

میرے دادا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام پوچھا تو آپ نے بتایا میرا نام "حزن" ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ: اپنا نام بدل کر "سھل" رکھ لو، انہوں نے کہا: جو نام میرے والد نے رکھا ہے، اس کو بدل نہیں سکتا۔ حضرت سعید بن مسیب -رحمہ اللہ- فرماتے ہیں کہ: اس نام کی وجہ سے آج تک ہمارے خاندان میں حزن وغم کا اثر پایا جاتا ہے۔

یہ ہے نام رکھنے کے سلسلے میں ارشادات، وفرمودات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، مگر افسوس کہ اس وقت مسلم معاشرے کی صورت حال زبوں تر ہے۔ جدت پسندی اور غیروں کی اقتداء نے لوگوں کو اندھا بنا دیا ہے۔ لوگ ایسے ایسے نام تجویز کرتے ہیں جو بے معنی اور بے مفہوم ہوتے ہیں، بلکہ تجویز شدہ اسماء میں افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے جو ہر حال میں نامعقول اور غیر مناسب ہے۔ چنانچہ مسلم معاشرے پر نظر دوڑانے سے کئی قسم کے لوگ نظر آتے ہیں۔ بعض اپنے آپ کو لبرل اور ماڈرن ثابت کرنے کے لئے ایسے ناموں یا انقلاب کا انتخاب کرتے ہیں جن کا شریعت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا ہے، جیسے: راج، تاج، رنکی، پنکی، اورٹینا، مینا وغیرہ۔

اور بعض ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں؛ جو کسی بھی قرآنی لفظ وکلمہ پر ہاتھ رکھ کر نام اختیار کر لیتے ہیں، جیسے: تکذبون، مکذبون، فی نار جہنم، حاویہ، ماہیہ، اور شر البریہ وغیرہ۔

بعض لوگ اپنے نومولود کے لیے منفرد ثابت کرنے میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں یہاں تک بسا اوقات "الشرک فی التسمیۃ" (ناموں میں شرک) جیسی مصیبت میں واقع ہو جاتے ہیں، جیسے: عبد النبی، نبی بخش، سالار بخش، بندہ علی، بندہ حسن، اور شہنشاہ وغیرہ .

اور بعض لوگوں کے لئے تو تجویز اسماء کا مرحلہ بڑا ہی تردد بھرا ہوا کرتا ہے، لہٰذا وہ ایسے نادر ناموں کے بارے میں سوچتے ہیں اور اہل علم سے دریافت کرتے رہتے ہیں جو نام خاندان میں، اپنے محلے اور اپنے علاقے میں بالکل موجود ہی نہ ہوں، بلکہ وہ اپنے آپ میں منفرد اور انوکھا ہو۔

جبکہ بعض والدین کا حال تو یہ ہے کہ وہ تجویز اسماء میں مختلف زاویے سے غور کرتے ہیں، مستقبل میں پیش آنے والے مختلف مسائل کو اسی مسئلہ کی عینک سے دیکھتے ہیں؛ لہذا وہ ایسے ناموں کو ترجیح دیتے ہیں؛ جو والدین کے ناموں کے ہم وزن ہوں، بلکہ ایسے وزن کا بھی خیال رکھا جاتا ہے کہ اسکول وکالج میں تمام طلبہ یا طالبات کے درمیان حروف ہجائی کے اعتبار سے نام سرفہرست رہے۔

تو ایسے میں سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کی سوچ کی کوئی ضرورت ہے؟ یا پھر محض دنیا داری وجدت پسندی و اندھ بھکتی کا خمار سر چڑھ کر بول رہا ہے؟

اگر واقعی اس طرح کا سوال ذہن میں آتا ہے تو اس بات سے انکار نہیں ہے کہ وقت اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے ناموں کا انتخاب کیا جائے جو اچھے، معنی دار اور شریعت کے دائرے میں مختصر اور آسان ہو؛ جن میں املائی غلطیوں کا امکان نہ ہو، تاکہ تلفظ اور املائی غلطیوں جیسی نت نئی مصیبتوں سے بچا جاسکے، ورنہ مسئلہ تو صرف اتنا ہے کہ ”نام ہی تو رکھنا ہے“، اس میں تکلف کیا ہے؟

دعا ہے کہ رب العالمین ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے، افراط وتفریط سے بچائے رکھے، ہر طرح کی مصیبتوں سے دور رکھے اور اپنی شناخت واسلامی شعائر کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

●●●

غزل

نیر واحدی
استاد جامعہ سلفیہ بنارس

ظلم کے ہاتھوں میں پھر تلوار کیوں رکھی گئی
پھر کسی ظالم کے سر دستار کیوں رکھی گئی

دے کے منزل کی مجھے خوش خبریاں میرے خدا
سامنے میرے رہِ دشوار کیوں رکھی گئی

دیکھ کر سب کچھ مجھے خاموش رہنا ہے اگر
میرے اندر جرأتِ اظہار رکھی گئی

میرے بھائی کی رگوں میں گر مرا ہی خون ہے
دو دلوں کے درمیاں دیوار کیوں رکھی گئی

بخش کر آنکھوں کو میری خواب بینی کا ہنر
میرے حصے میں شب بیدار کیوں رکھی گئی

کیا کہوں نیر کہ پیہم میری صبح منتظر
شام غم سے برسرپیکار کیوں رکھی گئی

●●●

اخبار جامعہ سلفیہ بنارس

حیدرآباد میں ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ بنارس کا پہلا سالانہ اجتماع

۲۱ر دسمبر ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ مسجد محبوبیہ، چنچل گوڑہ، حیدرآباد میں ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ حیدرآباد وجنوبی ہند کا پہلا سالانہ اجتماع زیر صدارت فضیلۃ الشیخ عبد اللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس منعقد ہوا۔ یہ اجتماع دو نشستوں پر مشتمل تھا۔ پہلی نشست بعد نماز مغرب تا نماز عشاء اور دوسری نشست بعد نماز عشاء تا رات گیارہ بجے رات چلتی رہی۔ اس پروگرام میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن صاحب مدنی، شارجہ اور فضیلۃ الشیخ عبدالسلام صاحب سلفی، ممبئ حفظہما اللہ تشریف فرما تھے۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

پروگرام کا آغاز فضیلۃ الشیخ صفی الرحمن صاحب مدنی حفظہ اللہ استاد جامعۃ الفلاح حیدرآباد کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد فضیلۃ الشیخ ابوالکلام عبداللہ صاحب مدنی حفظہ اللہ مدیر جامعۃ المفلحات حیدرآباد نے خطاب فرمایا۔ انہوں نے حیدرآباد وجنوبی ہند کے ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ بنارس کا مختصر تعارف پیش کرتے ہوئے ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ بنارس کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد فضیلۃ الشیخ عبدالسلام صاحب سلفی حفظہ اللہ امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ نے خطاب فرمایا۔ آپ نے ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ بنارس کی ضرورت واہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری صلاحیت وقابلیت، شناخت وپہچان اور عزت وسربلندی مادر علمی جامعہ سلفیہ بنارس کی دین ہے۔ یقینا مادر علمی کا قرض ہمارے اوپر ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم لازمی طور پر آج کے ناگفتہ بہ حالات میں مادر علمی کے تعاون کی طرف توجہ دیں، اس کے لئے وسائل وذرائع پر غور کریں اور جامع منصوبہ بنائیں۔ پھر آپ نے عوام الناس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ پر واجب ہے کہ آپ کبار علماء سے جڑیں ورنہ عقیدہ وعمل، فکر ونظر اور ذہنیت وسوچ کے اعتبار سے بگاڑ کے شکار ہو جائیں گے۔ مزید آپ نے فرمایا کہ ناسازگار حالات اور فتنہ وفساد کے زمانہ میں بھی ہمارے لئے مشعل راہ منہج نبوی اور منہج صحابہ ہی ہیں۔

اس کے بعد فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن صاحب مدنی حفظہ اللہ کا پرمغز خطاب ہوا۔ آپ نے طائف کا واقعہ اور ہجرت سے قبل انصار مدینہ سے ہوئی بیعت عقبہ ثالثہ اور اس سے مستنبط مسائل کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا۔ اس کے بعد متحدہ ہندوستان اور تقسیم ہند کے بعد کی تاریخ اہل حدیث کا اجمالی خاکہ پیش فرمایا۔ پھر ان کٹھنائیوں اور پریشانیوں کا ذکر کیا جن کا جماعت اہل حدیث ہند نے محض اہل حدیث کی مرکزی درس گاہ نہ ہونے کے سبب کیا تھا۔ پھر آپ نے جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے قیام، اس کا پس منظر اور اسباب وعوامل سے سامعین کو روشناس کرایا اور کہا

کہ آج پوری دنیا میں جامعہ سلفیہ بنارس کے فارغین دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے ابنائے قدیم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا کردار وگفتار، اخلاق وعادات اور معاملات کتاب وسنت کا آئینہ دار ہونا چاہئے تاکہ لوگوں کو رہنمائی ملے اور جامعہ سلفیہ بنارس کی نیک نامی ہو۔ پھر آپ نے جامعہ کی تعمیر وترقی میں تعاون کرنے کی ترغیب دی۔ اس کے بعد محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ نے صدارتی خطاب پیش فرمایا۔ آپ نے جماعت اہل حدیث میں جامعہ سلفیہ بنارس کی ضرورت واہمیت، ہندوستان میں اس کی سرگرمیوں اور خدمات کی بنیاد پر اس کی عالمی شہرت اور ہندو بیرون ہند کی یونیورسٹیوں سے جامعہ کے باہمی وعلمی اور تحقیقی وثقافتی تعلقات پر روشنی ڈالی۔

اس کے بعد دوسری نشست بعد نماز عشاء منعقد ہوئی۔ یہ نشست حیدرآباد اور اس کے مضافات جنوبی ہند میں مقیم ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ بنارس کے لئے خاص تھی۔ سب سے پہلے فضیلۃ الشیخ صفی الرحمن صاحب مدنی حفظہ اللہ نے تمام ابناء کی حاضری لی اور گزشتہ میٹنگوں کی رپورٹ پڑھی۔ حالات کے ناسازگار ہونے کی وجہ سے شہر سے باہر دور دراز کے ابناء پروگرام میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس نشست میں بطور خاص ابنائے قدیم کی تنظیم کی ضرورت واہمیت، اہداف ومقاصد، تنظیم سازی کے لائحہ عمل پر گفت وشنید ہوئی۔ نیز جامعہ کے معیار تعلیم وتربیت کے مستوی کو مزید بلند کرنے، ملحقہ مدارس کے نظام کو مستحکم کرنے اور جامعہ کے تعاون کے مختلف زاویوں ونا حیوں پر غور وخوض کیا گیا۔

جامعہ سلفیہ بنارس میں ''برنامج اتقان'' کی چوتھی نشست

بہ عنوان: (صفائی بیداری اور طلبہ مدارس)

۳۰/جنوری ۲۰۲۰ء بروز جمعرات، بعد نماز عشاء، قاعۃ المحاضرات میں ''برنامج إتقان لتنمية المهارات العلمية والثقافية'' کی چوتھی نشست بعنوان: ''الحملة التوعوية للنظافة وطلاب المدارس'' (صفائی بیداری اور طلبہ مدارس) زیر صدارت فضیلۃ الشیخ محمد یوسف صاحب مدنی حفظہ اللہ منعقد ہوئی۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

پروگرام کا آغاز کلیۃ الحدیث سال اول کے طالب اے احمد ربانی محمد افضل کی تلاوت سے ہوا اور نعت نبی عالمیت سال اول کے طالب جنید احمد جعفر علی نے پڑھی۔ اس کے بعد کلیۃ الشریعہ سال اول کے طالب شوقی ضیف محفوظ الرحمن نے ''طہارت ونظافت سے متعلق اسلامی تعلیمات اور طلبہ مدارس'' کے عنوان سے جامع مقالہ پیش کیا۔ پھر کلیۃ الحدیث سال اول کے طالب محمد سجاد اطہر علی نے ''اسلامی طہارت کے امتیازی پہلو'' کے عنوان سے بہترین تقریر کی۔ اس کے بعد کلیۃ الحدیث سال اخیر کے طالب معین الاسلام ثناء اللہ نے بہترین آواز وانداز میں ایک نظم پڑھی۔ اس کے بعد کلیۃ الحدیث سال اخیر کے طالب محمد ثاقب شکیل احمد نے ایک وقیع مقالہ بعنوان: ''ہندوستانی سماج میں اجتماعی صفائی بیداری اور طلبہ مدارس'' پیش کیا۔ اس کے بعد کلیۃ الشریعہ سال دوم کے طالب محمد فردوس تجمل حق نے (صفائی منتظمہ، عملہ اور اسکیموں سے جڑے) سوالات کئے جن کا فوری طور پر جواب مطلوب تھا۔ مرحلۂ کلیہ کے لئے دو سوال، مرحلہ عالمیت کے لئے دو سوال، مرحلہ ثانویہ کے لئے دو سوال متعین تھے۔ تمام سوالات کے جوابات پروگرام میں پیش کردہ مذکورہ دونوں

مقالوں کی روشنی میں دینے تھے۔ الحمدللہ سبھی سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ جواب دینے والوں کو انعام سے بھی نوازا گیا۔

پھر اخیر میں صدارتی خطاب ہوا۔ فضیلۃ الشیخ محمد یوسف صاحب مدنی حفظہ اللہ نے اپنے صدارتی خطاب میں پروگرام کے مرکزی عنوان: ''صفائی بیداری اور طلبہ مدارس'' کی کتاب وسنت کی روشنی میں مختصر وجامع وضاحت فرمائی اور طلبہ کو ناصحانہ کلمات سے نوازا۔

اخیر میں حسب دستور برنامج کے پروگرام میں حصہ لینے والے طلبہ کے درمیان انعامات تقسیم کئے گئے۔ انعامات کی تقسیم فضیلۃ الشیخ محمد یوسف صاحب مدنی، فضیلۃ الشیخ طاہر حسین سلفی، فضیلۃ الدکتور عبدالصبور صاحب مدنی اور مولانا ابوصالح دل محمد سلفی اور مہمان گرامی ڈاکٹر تسلیم صاحب سلفی (مغربی بنگال) حفظہم اللہ کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ کا طلبہ جامعہ کے ساتھ خصوصی ملاقات

بلا شبہ کسی بھی اقامتی ادارہ کے ہاسٹل میں مقیم طلبہ کے قیام وطعام کا مسئلہ بڑا اہم ہوتا ہے۔ معیاری تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ طلبہ کی رہائش اور خوردونوش ودیگر سہولیات کا مناسب انتظام واہتمام کسی بھی ادارے کی اچھی پہچان ہوتی ہے۔

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس اپنی تاسیس کے پہلے ہی دن سے جماعت اہل حدیث ہند کا مرکزی اور اقامتی ادارہ رہا ہے۔ یہاں ہاسٹل میں رہنے والے طلبہ کے قیام وطعام اور دیگر سہولیات کا انتظام وانصرام ہمیشہ معیاری ومثالی رہا ہے۔ محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ کا معمول رہا ہے کہ وہ ہر سال جامعہ کے منتخب ونمائندہ طلبہ کے ساتھ خصوصی ملاقات کرتے ہیں اور تعلیم وتربیت، قیام وطعام نیز دیگر سہولیات کے بارے میں گفت وشنید کرتے ہیں اور طلبہ کو پوری آزادی کے ساتھ قیام وطعام اور تعلیم وتربیت سے متعلق درپیش مسائل ومشکلات پیش کرنے اور اظہار رائے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک نشست ۲۸/جنوری ۲۰۲۰ء، بروز منگل، بعد نماز عشاء ''قاعۃ المحاضرات'' میں منعقد ہوئی۔ جس میں ندوۃ الطلبہ کے عہدہ داران اور تمام کمروں کے نگراں طلبہ نے محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ وتولاہ سے خصوصی ملاقات کی تاکہ جامعہ کی تعلیمی وتربیتی اور قیام وطعام کی فضا اور معیار مزید خوشگوار ومستحکم ہو سکے۔

محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ نے طلبہ کو اپنے مشاکل وآراء نیز تجاویز پیش کرنے کا مکمل اختیار دیا اور طلبہ جامعہ نے کھل کر کے اپنی بات محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ کے پاس رکھی۔ محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہ اللہ نے طلبہ کی باتوں کو بغور سنا۔ طلبہ کے معقول مطالبات پر عمل بھی شروع ہو گیا ہے۔ **فالحمدللہ علی ذلک.**

جامعہ سلفیہ بنارس میں ''برنامج اتقان'' کی پانچویں نشست بعنوان ''صحافت، طلبہ مدارس اور مسلمان''

میڈیا اور صحافت وذرائع ابلاغ کی اہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے، لیکن آج کے دور میں اس کی ضرورت وافادیت کچھ زیادہ ہی ہوگئی ہے۔ میڈیا کی اسی غیر معمولی اہمیت اور قدر وقیمت کے پیش نظر جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں ۱۵/فروری ۲۰۲۰ء بروز ہفتہ بعد

نماز عشاء جامعہ کے لیکچر ہال میں ''برنامج إتقان لتنمية المهارات العلمية والثقافية'' کی پانچویں نشست زیر صدارت محترم ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ بعنوان ''الإعلام وطلبة المدارس والمسلمون'' (صحافت، طلبۂ مدارس اور مسلمان) منعقد ہوئی۔ مہمان خصوصی کی حیثیت سے مشہور صحافی اور وائس آف امریکہ (ریڈیو) کے محترم نامہ نگار عالی جناب سہیل انجم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ اور شہر بنارس کے مقبول اور خوش مزاج صحافی عتیق انصاری اور تنویر صدیقی مہمانان اعزازی کی حیثیت سے تشریف فرما تھے۔ پروگرام کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پروگرام کا آغاز ثانویہ سال اول کے طالب علم محمد امین حیدر علی کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد ثانیہ سال اول ہی کے طالب علم محمد عمر فخر الدین نے نعت نبی پڑھی۔ پھر عالمیت سال اول کے طالب علم عبد الرحمن عبد القادر نے ایک مقالہ بعنوان: ''ہم عصر میڈیا کے بڑھتے ہوئے منفی اثرات اور ہماری ذمہ داریاں'' بہترین انداز میں پڑھا۔ مقالہ عنوان کے موافق اور مواد سے پُر تھا۔ طالب موصوف نے مقالہ کے دونوں پہلوؤں پر مفصل ومدلل روشنی ڈالنے کی کافی حد تک کامیاب کوشش کی۔ اس کے بعد عالم اول کے طالب علم جنید احمد جعفر علی نے ایک نظم بہترین آواز وانداز میں پڑھی۔ پھر عالمیت سال اول کے طالب علم ابوسفیان عبد الصبور نے ''اسلاموفوبیا: اسباب وعلاج'' کے عنوان پر اچھی تقریر پیش کی۔ تقریر میں طالب موصوف نے اسلاموفوبیا کی عربی واردو میں تشریح کی اور اس کے اسباب وعلاج کو دلائل کی روشنی میں بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ جامعہ کے طلبہ عزیز کو مستقبل کا قادر الکلام خطیب اور باصلاحیت قلمکار اور کامیاب داعی ومعمار قوم بنائے۔

اس کے بعد ناظم اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ نے خطبہ صدارت پیش فرمایا۔ محترم ناظم اعلیٰ حفظہ اللہ نے حمد وصلاۃ کے بعد مہمانان گرامی، اساتذۂ کرام اور طلبہ عزیز کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جامعہ سلفیہ بنارس ایک مرکزی ادارہ ہے جہاں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس مرکزی ادارے کی تاسیس کا بنیادی مقصد تعلیمات کتاب وسنت کو لوگوں تک پہنچانا ہے اور صحیح معنی میں یہی میڈیا ہے کیوں کہ میڈیا کا صحیح مفہوم حق بات لوگوں تک پہنچانا اور صحیح احوال سے لوگوں کو خبر کرنا ہے۔ اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حقیقت میں سب سے پہلا میڈیا تو وہ پیغام ربانی ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ صفا سے لوگوں تک پہنچایا تھا۔ پھر آپ نے میڈیا کے تعلق سے اپنی اس فکر کو آیات واحادیث سے مدلل کرتے ہوئے فرمایا کہ عزیز طلبہ! آپ کے اندر یہی انبیائی صفات ہونی چاہئیں۔ آپ کو چاہئے کہ آپ رب کے پیغام کو تعلیمات کتاب وسنت کی روشنی میں لوگوں تک پہنچائیں اور میڈیا کا صحیح کردار ادا کریں۔

محترم ناظم اعلیٰ حفظہ اللہ نے اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ دنیا کو میڈیا کا منظم اصول وضابطہ سب سے پہلے اسلام نے دیا۔ اسلام کا حکم ہے کہ جمعہ کی اذان ہوتے ہی سارا کام کاج چھوڑ کر مسجد جاؤ اور خطبہ جمعہ بغور سنو۔ یہ بھی میڈیا ہے۔ میڈیا (حق بات لوگوں تک پہنچانا) کا طریقہ بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا {ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة} عزیز

طلبہ! اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کی پوری تعلیم حقیقت میں میڈیا ہے، لہٰذا آپ پورے انہماک سے کتاب وسنت کی تعلیم حاصل کیجئے اور لوگوں تک پہنچایئے اور اپنے اخلاق وکردار سے لوگوں کو بتایئے کہ اسلام کیا ہے؟ یہی آپ کے لئے میڈیا ہے۔

اس کے بعد مہمان اعزازی عالی جناب عتیق انصاری صاحب بنارسی نے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے صحافت میں ایک طویل سفر طے کیا ہے۔ صحافت کے اس طویل سفر میں جو کچھ میرے تجربات ومشاہدات ہیں جو کچھ میں نے پایا اور سمجھا ہے وہ آپ تک پہنچا رہا ہوں۔

اخبار کی ایک غیر معمولی اہمیت ہے، اس کی بڑی طاقت ہے۔ اس کا انکار کسی بھی صورت میں نہیں کیا جاسکتا ہے۔

آپ سب طلبہ ہیں، آپ کو مستقبل میں فارغ ہوکر میدان میں اترنا ہے، یقین جانئے کہ میڈیا اور صحافت کسب معاش کا بہترین ذریعہ ہے۔ میرا مشورہ اور خواہش ہے کہ آپ میڈیا کے میدان میں جائیں۔ میں دینک جاگرن، ہندوستان وغیرہ متعدد روزناموں سے وابستہ رہا۔ میں روزنامہ اخبار میں قرآنی آیات واحادیث شائع کرتا تھا۔ قرآنی آیات ونبوی احادیث کے لئے جب پریشانی ہوتی تو جامعہ سلفیہ بنارس فون کرتا، یہاں کے موقر اساتذہ کرام سے رابطہ کرتا اور مناسب آیت وحدیث حاصل کرتا اور اخبار میں شائع کرتا جس کی وجہ سے مسلم معاشرہ میں اخبار کا ڈیمانڈ بڑھ جاتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر اخبار والے مسلمان صحافی کو اپنے یہاں رکھنے لگے۔ آج کل میں صحافت میں نہیں ہوں۔ میرے ہٹ جانے سے (جیسا کہ شہری حضرات کہتے ہیں) روزنامہ اخبار میں آیت وحدیث کے معاملہ میں ایک خلا ہوگیا ہے۔ عزیز طلبہ! آپ قرآن وحدیث کے جانکار ہیں، آپ کو پریشانی نہیں ہوگی۔ میرا ماننا ہے کہ اگر تمام مسلم تنظیمیں مل جل کر باہم تعاون سے منظم ومنصوبہ بند طریقہ سے ایک چینل چلائیں گے تو بڑا کام ہوگا۔ لیکن افسوس کہ مجھے اس سلسلہ میں بڑی مایوسی لگی۔

اس کے بعد راجدھانی دہلی سے تشریف لائے ہوئے پروگرام کے مہمان خصوصی عالی جناب سہیل انجم صاحب نے سات صفحات پر مشتمل ایک وقیع مقالہ پیش فرمایا۔ آپ نے میڈیا کی اہمیت وضرورت اور اس کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ''ہم عصر میڈیا، مسلمان اور طلبہ مدارس'' تینوں پہلوؤں پر مفصل اور سیر حاصل بحث کی۔ آپ کا پیش کردہ مقالہ بڑا قیمتی اور معلوماتی مواد سے پُر تھا۔ متانت وسنجیدگی کے ساتھ بڑا ہی علمی اور موثر انداز میں آپ نے مقالہ پیش فرمایا۔

پروگرام کے اختتام کے اعلان سے پہلے میڈیا وصحافت سے متعلق طلبہ کی جانب سے کچھ سوالات کئے گئے۔ جن کا تشفی بخش جواب مہمان خصوصی اور محترم ناظم اعلیٰ صاحب حفظہما اللہ نے دیا۔ پھر دعائیہ کلمات سے پروگرام کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔ نظامت کا فریضہ خالد سیف اللہ وسیم اختر نے بحسن وخوبی انجام دیا۔ جنہوں نے مہمان گرامی کا مختصر وجامع تعارف پیش کرنے کا اہتمام بھی کیا۔ حسب سابق اس پروگرام میں حصہ لینے والوں کو گراں قدر انعامات (علمی کتابوں) سے نوازا گیا۔

●●●

عالم اسلام

ظل الرحمن فائق بندوی
سنٹرل لائبریری، جامعہ سلفیہ بنارس

عالمی مقابلۂ قراءت برائے خواتین:

حافظات کا عالمی مقابلۂ قراءت، دراصل خواتین کے حفظ قرآن کا بین الاقوامی مقابلہ دبئی کلچرل اینڈ سائنٹفک ایسوسی ایشن کی جانب سے ۲۰۱۶ء سے منعقد ہو رہا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ایوارڈ مادر عرب امارات شیخہ فاطمہ بنت مبارک کے نام سے منسوب ہے۔ امسال اس مقابلہ میں دنیا بھر سے چھیاسی (۸۶) ممالک کی نمائندہ حافظات نے شریک ہونے کی سعادت حاصل کی۔ جس میں ملیشیا کی نوعمر حافظہ روضہ بنت عبدالرزاق نے اول پوزیشن اور امارات کی فاطمہ راشد سالم السویدی نے دوم، کویت کی روئی محمد نے سوم، کیمرون کی حوا محمد نے چہارم، سیرالیون کی حسینہ جالو نے پانچواں انعام حاصل کیا۔

علاوہ ازیں انگلینڈ کی حلیمہ عبدالناصر، فلسطین کی اصیل علی محمد ابوصلاح، جنوبی افریقہ کی امینہ ہنڈرکس، امریکہ کی عود محمد صلاد، عمان کی زینب بنت سلیمان بن سعید، تیونس کی فاطمہ بنت فوزی، موریطانیہ کی حفصہ محمد عثمان، سنگال کی سخنہ خدی دارمی، الجزائر کی حلیمہ مردا، نائیجیریا کی عائشہ محمد امین بالترتیب بعد کے انعام کی مستحق قرار پائیں۔

پہلی پوزیشن حاصل کرنے والی حافظہ کو ڈھائی لاکھ، دوسری کو دو لاکھ، تیسری کو ڈیڑھ لاکھ، چوتھی کو ۶۵ ہزار، پانچویں کو ۶۰ ہزار، چھٹی کو ۵۵ ہزار، ساتویں کو ۵۰ ہزار، آٹھویں کو ۴۵ ہزار، نویں کو ۴۰ ہزار اور دسویں کو ۳۵ ہزار درہم کی رقوم بطور انعام دی گئیں۔ انعامات کی کل رقم ساڑھے نو لاکھ درہم ہوئی ہے۔ مزید اس کے علاوہ دوسرے انعامات سے بھی نوازا گیا۔

(روزنامہ منصف، ۱۶/۱۱/۲۰۱۹ء)

اقوام متحدہ نے ہندوستانی مسلمانوں کی صورت حال پر تشویش کا اظہار کیا:

اقوام متحدہ نے جنرل سکریٹری انتونیو گریس نے جموں کشمیری صورت حال اور شہریت ترمیمی قانون کو لے کر بڑا بیان دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستانی پارلیمنٹ میں پاس کئے گئے شہریت ترمیمی قانون کی وجہ سے بیس لاکھ لوگوں کے بے وطن ہونے کا خطرہ ہے۔ ان میں سے زیادہ تر مسلمان ہوں گے۔ انہوں نے انٹرویو میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں مزید کہا کہ جب بھی شہریت سے متعلق قوانین میں تبدیلی کی جاتی ہے تو اس طرح کی کوشش کی جاتی ہے کہ بے وطنی کی صورت حال نہ پیدا ہو اور اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ دنیا کا ہر شہری کسی نہ کسی ملک کا شہری ہو۔

(بی بی سی اردو، ۲۴/۲/۲۰۲۰ء)

باب الفتاوی

سوال: لڑکا یا لڑکی کے نابالغ اور بالغ ہونے کی صورت میں ایجاب وقبول کون کرے گا۔ کیا نکاح میں وکالت جائز اور درست ہے۔ کیا عورت ولی یا وکیل بن سکتی ہے نیز حدیث رسول ''**لا نکاح إلا بولی**'' کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اگر لڑکا یا لڑکی نابالغ ہوں تو اس صورت میں ایجاب وقبول ولی یا اس کے وکیل ہی کریں گے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لیکن اگر لڑکا یا لڑکی دونوں بالغ ہوں تو ایسی صورت میں لڑکی کی طرف سے اس کا ولی یا ولی کا وکیل ایجاب کرے گا اور لڑکا خود قبول کرے گا یا اس کی طرف سے اس کا وکیل قبول کرے گا۔ الغرض وکیل بنا کر شادی کرنا اور کرانا جائز ہے، لیکن عورت نہ ولی بن سکتی ہے اور نہ وکیل۔ نبی ﷺ نے ایک بار ایک آدمی سے کہا کہ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ میں تمہاری شادی فلاں عورت سے کرا دوں؟ اس نے کہا کہ ہاں، پھر آپ نے ایک عورت سے کہا کہ تمہیں پسند ہے کہ میں تمہاری شادی فلاں مرد سے کرا دوں؟ تو اس نے کہا کہ ہاں۔ پھر آپ نے ان کی شادی کرا دی۔ (صحیح ابی داود: ۱۸۵۹، صحیح ابن حبان: ۱۲۶۲، مستدرک حاکم: ۲/ ۱۸۲، سنن بیہقی: ۷/ ۲۳۲، وصححہ الالبانی فی الارواء (۱۹۲۴)

یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ نکاح میں وکالت جائز و درست ہے بلکہ یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ایک آدمی طرفین کا وکیل بن سکتا ہے۔ یہی مسلک امام اوزاعی، ربیعہ، ثوری، مالک، ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کا ہے۔ (نیل الاوطار: ۶/ ۵۴۴)

علاوہ ازیں اور بھی دلائل ہیں جن سے اس بات کا ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ نکاح میں وکیل بنایا جا سکتا ہے، لہٰذا اگر قاضی (نکاح خواں) کو عورت کے ولی اور شوہر کی طرف سے وکیل بنایا گیا ہو تو ایسے نکاح کی صحت و درستگی میں کوئی کلام نہیں۔

المغنی لابن قدامہ مقدسی (۹/ ۳۶۳) میں ہے:

ووكيل كل واحد من هؤلاء يقوم مقامه وإن كان حاضرًا وجملة ذلك أنه يجوز التوكيل فى النكاح سواء كان الولى حاضرا أو غائبا، مجبرا أو غير مجبر. اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ نکاح میں وکیل بنانا جائز ہے خواہ ولی حاضر ہو کہ حاضر نہ ہو، ولی مجبر ہو کہ مجبر (جبر کرنے والا) نہ ہو۔ بہر حال صورت مسئولہ میں نکاح خواں (قاضی) کو طرفین کا وکیل بنایا جائے یا کسی ایک طرف سے اور وہ نکاح کا فریضہ انجام دے تو نکاح کی صحت و درستگی میں کسی طرح کا کلام نہیں۔

اگر ولی میں ایجاب وقبول (یعنی نکاح پڑھانے کی صلاحیت) ہو تب بھی کسی کو وکیل بنا کر ایجاب وقبول کروا سکتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے حضرت میمونہ رضی

اللہ عنہا سے شادی کے لیے حضرت ابورافع اور ایک انصاری صحابی کو وکیل بنایا۔ (موطا امام مالک: ۱/۸۴۳، مسند شافعی: ۱/۱۷۳، **قال الألبانی رحمه الله: وهذا إسناد صحيح، ولكنه مرسل**)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت ام حبیبہ سے شادی کے لیے عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو وکیل بنایا۔ (سنن بیہقی: ۷/۱۳۹) یہ حدیث مرسل حسن ہے۔ (الارواء: ۶/۳۵۲، ۳۵۳) ان دونوں حدیثوں کی سندوں میں قدرے کلام ہے، لیکن دونوں ملا کر حسن لغیرہ ہو کر قابل استدلال ہو جاتی ہیں۔ بہر حال اس سے ثابت ہوا کہ بلاضرورت ومجبوری بھی وکیل بنانا جائز ہے اور اگر ضرورت ومجبوری ہو تو اس کے جواز میں کسی کا کوئی اعتراض نہیں ہے۔

لا نكاح إلا بولي کا مفہوم یہ ہے کہ عورت کی طرف سے اس کا ولی ایجاب وقبول کرے۔ اسی طرح اس کا مفہوم دوسری حدیث کی روشنی میں یہ ہے کہ اگر اس کا ولی ایجاب وقبول نہ کر سکے تو اس کی رضامندی واجازت سے یہ کام اس کا وکیل کرے۔ حاصل یہ ہے کہ ایجاب وقبول عورت کے ولی کی طرف سے ہوگا یا اس کی رضامندی سے اس کے وکیل کی طرف سے ہوگا، عورت کی طرف سے ایجاب وقبول درست نہیں گرچہ آج کل یہی رواج ہے۔ اس سے صرف اجازت ورضامندی حاصل کی جائے گی۔ عورت کے ایجاب وقبول کا کوئی اعتبار نہیں خواہ اس کا ولی اس کو اجازت ہی کیوں نہ دے دے۔ اس لیے اس حدیث سے ولی کے ایجاب وقبول پر استدلال کرنا بالکل صحیح ہے۔

عورت کے ایجاب وقبول کا کوئی اعتبار نہیں، خواہ اس کا ولی اس کو اجازت ہی دے دے، اس لیے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"**لا تزوج المرأة المرأة ولا تزوج نفسها**" (صحیح ابن ماجہ: ۱۵۲۷) یعنی کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ خود اپنا نکاح کرے۔

یہ حدیث اس بات پر صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ عورت اپنا نکاح نہ خود کر سکتی ہے (خواہ اسے ولی کی طرف سے اجازت ہی کیوں نہ ملی ہو) اور نہ کسی دوسری عورت کا نکاح کرا سکتی ہے۔ نہ ولایۃً اور نہ وکالۃً اور نہ ہی وصیۃً، یعنی عورت کا ایجاب وقبول میں کوئی دخل نہیں ہے۔ (دیکھئے: سبل السلام ۳/۱۶۳)

کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ اگر عورت کو اس کے ولی کی طرف سے اجازت مل جائے تو وہ عورت اپنی شادی کر سکتی ہے، ان کا استدلال حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"**أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل**" (مسند احمد ۶/۴۷، ابوداود: ۲۰۸۳، ترمذی: ۱۱۰۲، ابن ماجہ: ۱۸۷۹، ابن حبان: ۴۰۷۴، حاکم ۲/۱۶۸، صحیح ابی داود: ۱۸۳۵) یعنی جو کوئی عورت اپنے ولی کی اجازت ورضامندی کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے۔ اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر ولی کی طرف سے اجازت مل جائے تو عورت نکاح کر سکتی ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ مفہوم لینا نبی کریم ﷺ کے عام عمل کے خلاف ہے۔ آپ ﷺ کا عمل یہ تھا

کہ ولی یا قائم مقام ولی (وکیل، وصی) کے بغیر نکاح ہوتا ہی نہیں۔ یہی تحقیق علامہ محمد عثیمین رحمہ اللہ کی بھی ہے (الشرح الممتع: ۱۲/۷۲) اور صاحب سبل السلام امیر صنعانی کا کہنا ہے کہ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور مفہوم مخالف سے استدلال اس وقت صحیح ہے جب نص کے خلاف نہ ہو اور یہاں چونکہ نص کے منافی اور مخالف ہے اس لیے قابل رد ہے۔

صاحب سبل کی پوری عبارت یوں ہے:

”قال أبو ثور: فقوله بغير إذن وليها يفهم منه أنه إذا أذن لها جاز لها أن يعقد لنفسها، وأجيب: أنه مفهوم لا يقوى على معارضة المنطوق باشتراطه. (۳/۱۵۹) یعنی امام ابوثور فرماتے ہیں کہ بغیر اذن ولیها سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر عورت کو اس کا ولی اجازت دے دے تو اپنا عقد نکاح کر سکتی ہے، اس کا جواب صاحب سبل السلام یہ دیتے ہیں کہ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور مفہوم مخالف منطوق کا معارضہ کر نہیں سکتی، بلکہ اس حدیث کا یہ مفہوم لینا زیادہ صحیح ہے کہ ایجاب وقبول کے لیے اصل تو ولی ہے یا وہ شخص جس کو وہ اپنی مرضی سے وکیل بنائے، عورت نہ ولی بن سکتی ہے، نہ وکیل۔

چنانچہ المجموع شرح المہذب (۱۶/۳۸۷) میں ہے:

ودليلنا عليه -أى أبى ثور- أن المراد ههنا الإذن لغيره من الرجال بدليل قوله صلى الله عليه وسلم: لا تنكح المرأة المرأة ولا تنكح المرأة نفسها، ولم يفرق أن يكون بإذن الولى أو بغير إذنه“ اس عبارت کا حاصل اور لب لباب یہ ہے کہ ولی کے ایجاب وقبول یا اس کی اجازت سے وکیل کے ایجاب وقبول ہی سے نکاح درست ہوگا۔ اگر ولی نے عورت کو نکاح کی اجازت بھی دے دی تب بھی اس کا عقد نکاح کرنا اور کرانا باطل ہے یعنی اس حدیث میں اجازت سے مراد مردوں کو اجازت دینا ہے نہ کہ عورتوں کو، اس لیے کہ اس کی طرف سے ایجاب وقبول غیر معتبر ہے۔

دار الافتاء

الجامعة السلفية، بنارس

●●●

انمول نصیحت

قال سفیان الثوري رحمه الله:

عليك بقلة الأكل تملك سهر الليل، وعليك بالصوم، فإنه سيد عنك باب الفجور، ويفتح عليك باب العبادة، وعليك بقلة الكلام يلين قلبك، وعليك بطول الصمت تملك الورع.

کم کھانے کو معمول بناؤ تمہیں شب بیداری کی توفیق نصیب ہوگی۔ روزے کا اہتمام کرو، وہ تم سے فسق وفجور کا دروازہ بند کر دے گا اور عبادت کے دروازے کھول دے گا۔ گفتگو کم کرو تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور زیادہ تر خاموش رہا کرو تمہیں زہد وورع سے نوازا جائے گا۔

PRINTED BOOK

MARCH 2020

ISSN 2394-0212

Vol. XXXVIII No.03

R. No. 40352/81

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

Phone: 0091-542-2452241 / 2452242 Fax: 0091-542-2452243

خوش خبری

شائقینِ علوم وفنون اور بہی خواہانِ جامعہ سلفیہ، بنارس کے لیے یہ اطلاع نہایت خوش کن اور مسرت افزا ہوگی کہ ابنائے قدیم جامعہ کا دوسرا دوروزہ اجتماع جو ۲۸/۲۹/ نومبر ۲۰۱۸ء کو نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہوا تھا، اس اجتماع کے متعلق خصوصی شمارہ منظرِ عام پر آچکا ہے۔ یہ شمارہ وقیع معلومات پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے، جس میں جامعہ سلفیہ کا ابنائے قدیم کے نام پیغام، جامعہ کا تعارف، جامعہ کی سرگرمیاں، پروگرام کی جھلکیاں، خطابات، رپورٹیں اور تأثرات، مقالات ومشورے، قراردادیں وتجاویز اور ابنائے جامعہ کی متعدد ومتنوع خدمات واسہامات پر دلچسپ اور بے لاگ تحریریں موجود ہیں۔ آپ خود اسے پڑھیے اور اپنے خویش و اقارب اور دوستوں کو پڑھنے پر آمادہ کیجیے۔

یہ آپ کا اپنا مجلہ ہے، اس کے خریدار بن کر اسے استحکام اور تقویت دینا ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہے۔

ملنے کا پتہ

دارالتالیف والترجمہ، بنارس، الہند

برائے رابطہ: 8840129426

Published by : Obaidullah Nasir, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi. Editted by: Mohammad Aslam Mubarakpuri
Printed at Salafia Press, Varanasi.